لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

۱۹۹۹ء کا سال جو اَب طلوع ہوا ہے یہ بہت زیادہ برکتوں کا سال ہے

تمام دنیا کی جماعتوں کو السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته اور نیا سال مبارک

یہ سال جماعت احمدیہ کے لئے تو بہر صورت مبارک ہے اور یہ برکتیں بڑھتی جارہی ہیں اور بڑھتی چلی جائیں گی

الله جب فیصلہ کرے گا کہ جماعت کو خوشخبریاں ملیں تو کوئی دنیا کا ہاتھ نہیں جو ان خوشخبریوں کو روک سکے

وقف جدید کے نئے مالی سال کا اعلان۔ الٰہی وعدوں کے ایفاء پر مشتمل عظیم خوشخبریوں کا روح پرور بیان

(خلاصہ خطبہ جمعہ یکم جنوری ۱۹۹۹ء)

لندن (یکم جنوری ۱۹۹۹ء) : سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ الفاطر کی آیات ۳۰ اور ۳۱ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ ان آیات کریمہ کی تلاوت اس لئے خاص طور پر کی ہے کہ آج وقف جدید کے نئے سال کا اعلان ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس آیت میں اور اس کے علاوہ بہت سی خوشخبریاں ہیں جو اس نئے سال سے وابستہ ہو چکی ہیں ان کا ذکر کروں گا۔

حضور نے بتایا کہ ۷۵ ممالک کی طرف سے موصولہ رپورٹس کے مطابق اس سال وقف جدید کی وصولی ۱۰ لاکھ ۳۳ ہزار پاؤنڈز ہوئی ہے۔ اس میں گزشتہ سال سے سر دست ۴۹ ہزار پاؤنڈز کی کمی نظر آرہی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے رستوں سے مجھے اتنی رقوم مہیا کر دیں اور میرے تابع مرضی کر دیں کہ جن کے نتیجہ میں جب وقف جدید میں انہیں ڈالا تو کمی کی بجائے ہزارہا پاؤنڈز کا اضافہ ہوا۔

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYA MOVEMENT IN ISLAM**, INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St. P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:
THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. Box 226
Chauncey, OH 45719-0226
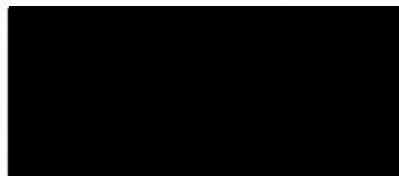
حضور نے فرمایا کہ جو کمی آئی ہے یہ امریکہ کے وقف جدید کی آمد میں کمی آئی ہے۔ اور یہ کمی میری ہدایت کی اطاعت کرنے کی وجہ سے واقع ہوئی اور یہ بھی امریکہ کی جماعت کی شان ہے کہ جو کچھ کہا جائے اسی طرح کرتے ہیں۔ لیکن دو باتوں میں اللہ نے ان کا قدم پیچھے نہیں ہونے دیا۔ ایک یہ کہ باوجود بہت کم ہونے کے آج بھی امریکہ ساری دنیا میں وقف جدید میں سب سے آگے ہے اور پاکستان دوسرے نمبر پر ہے۔ حضور نے فرمایا کہ امریکہ کی آمد میں جو کمی ہوئی ہے اس لحاظ سے یہ کمی ایک لاکھ ۱۵ ہزار پاؤنڈز ہونی چاہئے تھی مگر ہوئی صرف ۴۹ ہزار ہے۔ باقی سب جماعتوں کو اپنی گزشتہ آمد کے مقابل پر ہر پہلو سے زیادہ آمد پیش کرنے کی توفیق ملی ہے۔ سب سے زیادہ تعجب انگیز حال پاکستان کا ہے۔ وہاں روپے کی کرنسی کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے مگر جماعت پاکستان نے پچھلے سال کے مقابل پر کئی ہزار پاؤنڈز زیادہ دینے کی توفیق پائی۔ روپے کی قیمت میں کمی کے باوجود گزشتہ سال کے مقابل پر باقی صفحہ نمبر ۷ پر ملاحظہ فرمائیں

جنوری - فروری ۱۹۹۹ء

صلح - تبلیغ ۱۳۷۸ ھش

نگران

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد

امیر جماعت احمدیہ امریکہ

مدیر

سید شمشاد احمد ناصر

فہرست مضامین

یَاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا
وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۞ فَاِنْ
لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ وَ اِنْ
قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِیْمٌ ۞ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ
فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ۞

اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں نہ داخل ہوا کرو جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔ اور (داخل ہونے سے پہلے) اُن گھروں میں بسنے والوں کو سلام نہ کر لو۔ یہ تمھارے لیے اچھا ہوگا اور اس (فعل) کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم (نیک باتوں کو ہمیشہ) یاد رکھو گے۔

اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ، تب بھی اُن میں داخل نہ ہو جب تک کہ تمھیں (گھر والوں کی طرف سے) اجازت نہ مل گئی ہو۔ اور اگر (کوئی گھر میں ہو اور) تم سے کہا جائے کہ اِس وقت چلے جاؤ تو تم چلے آؤ، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہوگا، اور اللہ تمھارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

تمھارے لیے اُن گھروں میں داخل ہونا گناہ کا موجب نہیں جن میں کوئی رہتا نہیں اور تمھارا سامان ان میں پڑا ہے اور اللہ اُسے بھی جانتا ہے جسے تم ظاہر کرتے ہو اور اُسے بھی جسے تم چھپاتے ہو۔

سَیِّدُ الاِسْتِغْفَار

عَنْ بُشَیرِ بن کَعْبٍ العَدَوِیِّ قَالَ: حَدَّثَنِی شَدَّادُ بنُ أَوسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ سَیِّدُ الاِسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُوْلَ: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّی لَاۤاِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ۔ خَلَقْتَنِی وَأَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلَی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ۔ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ۔ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ۔ وأَبُوءُ بِذَنْبِی فَاغْفِرْ لِی فَإِنَّهُ لاَ یَغْفِرُ الذّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ۔

قَالَ: وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ یَومِهِ قَبلَ أن یُمْسِیَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قالَهَا مِنَ الَّیلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أنْ یُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (بخاری کِتَابُ الدعوَاتِ بَاب أفضلِ الاستغفَار)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"سیّد الاستغفار یہ ہے کہ تو کہے "اے اللہ! تو ہی میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور جہاں تک میرا بس ہے میں تجھ سے کئے ہوئے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں۔ میں نے جس قدر بُرے کام کئے ہیں اُن سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں اپنی ذات پر تیرے انعامات کا معترف ہوں۔ اور اپنے گناہ کا اقراری ہوں۔ پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں"۔

آپؐ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی یہ دعا دلی یقین کے ساتھ صبح کے وقت پڑھے اور اسی روز شام سے پہلے وفات پا جائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ اور جو کوئی دلی یقین سے رات کو یہ دعا کرے اور دن چڑھنے سے پہلے مر جائے وہ بھی اہلِ جنّت میں شمار ہوگا۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

پیشگوئی مصلح موعودؑ کے نشانِ الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا

اللہ نے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ھے جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی

زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس خُدا کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں

میں جانتا ہوں اور یقین محکم سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں فرماتے ہیں :

"مفہوم پیشگوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالا تر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا۔ اور اگر شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلشانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۱۴)

"بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوندکریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتٰی کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کو زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے مگر اُن روحوں اور اس رُوح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۱۵)

"جن صفاتِ خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے۔ کسی لمبی معیاد سے گو نو برس سے بھی دوچند ہوتی اس کی عظمت اور نشان میں کچھ فرق نہیں آسکتا بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسی عالی درجہ کی خبر جو ایسے خاص اور اخص آدمی کے تولّد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بیشک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۱۷)

"میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا، اور اگر مدّت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے۔"

(اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

● ● ●

نئے سال کی مبارک باد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بصرہ العزیز کے مبارک الفاظ میں:-

"عمومی دستور کے مطابق نئے سال پر مبارک باد بھی دی جاتی ہے اور جہاں تک کسی کے بس میں ہو تحائف بھی پیش کئے جاتے ہیں- اس لئے اس موقعہ پر میں اس رسم کو دینی رنگ دیتے ہوئے سب سے پہلے احباب جماعت کو

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

کا محبت بھرا تحفہ پیش کرتا ہوں- اس دعا کے ساتھ کہ یہ سال اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے جماعتِ احمدیہ ہی کے لئے نہیں تمام بنی نوع انسان کے لئے بھی پہلے سال سے زیادہ بہتر بنائے- اور مصائب، مشکلات اور تکالیف کے جو زمانے ہم نے گزشتہ سال میں دیکھے ان کو اپنے فضل سے اس نئے سال میں ٹال دے اور جن مصیبتوں نے گزشتہ سال میں جنم لیا تھا انہیں آگے بڑھنے سے پہلے ہی ردّ فرمادے اور وہ بے پھل ہو کر رہ جائیں اور جن نیکیوں نے گذشتہ سال میں جنم لیا تھا انہیں بھرپور پھل عطا فرمائے اور بکثرت مثمر بثمرات حسنہ بنائے-"

(خطبہ جمعہ 3- جنوری 86ء)

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد پورا کرو

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا خطبہ جمعہ

(فرمودہ 24- اکتوبر 1913ء بمقام قادیان)

حضرت صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب نے سورۃ اخلاص پڑھ کر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی طاقت دی ہے۔ ایسی قوتیں اسے بخشی ہیں جن کی وجہ سے یہ سب پر حکمران ہے حالانکہ جسم کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر ہیں۔ باوجود اس کے بعض قوتیں اس میں ایسی ہیں جن سے کام لے کر انسان ان بڑے بڑے جانداروں پر حکومت کرتا ہے۔ انسان کو تو یہاں تک دسترس حاصل ہے کہ اسے پر نہیں دیئے گئے پھر بھی یہ اڑ سکتا ہے۔ وہ حشرات الارض جو اسے کھلی آنکھ سے نظر نہیں آسکتے ان پر بھی اس نے قابو پالیا اور ان کے ہلاک کرنے کا سامان بہم پہنچا لیا۔ سورج۔ چاند۔ ستارے کروڑوں میل پر واقع ہیں ان سے بھی یہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ آفتاب کی روشنی سے کام لیتا ہے۔ بجلی سے کام لیتا ہے۔ ایتھر سے کام لیتا ہے۔ غرض جو کچھ دنیا میں ہے یہ ان پر حکمران ہے۔ مگر باوجود اس طاقت و حکومت کے کمزور ایسا ہے کہ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں بتا سکتا کہ میں زندہ رہوں گا۔ ایک طرف ایسی طاقت اور ایک طرف ایسی کمزوری بتاتی ہے کہ ایک ہستی ہے جو سب پر حکمران ہے۔ وہ بادشاہ جس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ اپنی تاجپوشی کے دربار کا اعلان کرتا ہے اور آخر مجبور ہو کر ایک عمل جراحی کراتا ہے اور دربار ملتوی کرنا پڑتا ہے۔

بے شک وہ بڑی حکومت کا مالک تھا مگر خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ میں احکم الحاکمین ہوں۔ غرض انسان کے اندر ایسی شہادتیں موجود ہیں جو اسے متنبہ کرتی رہتی ہیں کہ تجھ پر حکمران ایک طاقتور ہستی ہے۔ اور وہ ایک ہے۔ اس کے سوا جن چیزوں کو بعض نادانوں نے معبود ٹھہرایا وہ تو ایسی کمزور ہیں کہ خود انہی کے بھائی بند دوسرے انسانوں نے اس میں تصرف کیا۔

گنگا میں کوئی نہر نہ تھی۔ خوش اعتقادوں نے کہا کہ یہ پرمیشر کی ہے۔ اس میں سے حصہ نہیں لینے دیا۔ آخر ایک صاحب نے اس میں سے بھی نہر کاٹ لی۔ اور کسی نے خوب برجستہ مصرع کہا۔ ع کاٹ لی تے نہر گنگا کاٹ لی۔ بے شک انسانوں کو ایسی طاقتیں دی گئی ہیں۔ مگر دوسری طرف اسے حد سے بڑھنے نہیں دیا۔ وہ بڑے بڑے دعوے کرتا ہے لیکن ایسی ٹھوکر دیتا ہے کہ اسے اقرار کرنا پڑتا ہے مجھ پر حکمران ایک اور ہستی ہے۔ ایک مقام کے لوگوں نے حضرت اقدس سے ایک بیت الذکر کے بارے میں عرض کیا۔ فرمایا اگر ہمارا سلسلہ سچا ہے تو یہ بیت الذکر تمہیں مل جائے گی (بعض وقت قبولیت کے اور خاص ہوتے ہیں) اس کے بعد مقدمہ شروع ہوا۔ جج جس وقت فیصلہ کے لئے بیٹھے تو ایک جج نے جو مسلمان تھا مخالفت شروع کی۔ وہ فیصلہ خلاف احمدیوں کے لکھ کر گھر سے چلنے لگا۔ اور نوکر کو بوٹ پہنانے کا حکم دیا۔ کہ جان نکل گئی۔ پھر اس کے قائم مقام جو جج ہوا۔ اس نے احمدیوں کو بیت ولا دی۔ یہ خدا کے کام ہیں اور وہ اپنی باتیں یوں منواتا ہے اس میں کسی انسان کا دخل نہیں ہو سکتا۔ کوئی عہدے میں خواہ کتنا بڑھ جائے۔ وائسرائے ہو یا نواب بادشاہ ہو یا دنیا کی اصطلاح کے مطابق شہنشاہ (اصل شہنشاہ تو خدا ہے) آخر ایک غریب کی طرح مٹی میں دفن ہوتا ہے۔ یہ تو بادشاہوں کا حال ہے مگر ان سے بھی بڑھ کر ایک اور گروہ ہے جن کے مقابلے میں بادشاہ ہمیشہ ہارتے رہے ہیں۔ یعنی انبیاء۔ وہ بھی خدا کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔

دیکھو حضرت موسیٰ جیسے آدمی نے فرعون جیسے مطلق العنان (اپنے آپ کو رب الاعلیٰ) کہنے والے بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ اور وہ آپ کے سامنے ذلیل و خوار سمندر میں غرق ہوا۔ مگر خود جب خدا کا فرستادہ ملک الموت آیا تو اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ (ماموروں) میں سے جن کو معبود ٹھہرایا گیا۔ جیسے کرشن۔ رام چندر۔ ان پر زیادہ مصیبتیں ڈالی گئیں۔ اور ان میں ایسی کمزوریاں لگا دیں کہ جن سے صاف کھل جائے۔ یہ کسی اعلیٰ و مقتدر ہستی کے ماتحت ہیں۔

الغرض ھواللہ احد کا مسئلہ ایسا صاف ہے مگر پھر بھی بعض انسان ایسے گرے کہ انہوں نے پتھروں کو معبود بنایا۔ درختوں دریاؤں کو معبود بنایا۔ سانپوں کو معبود بنایا۔ پیدا ہونے والوں مرنے والوں کو خدا بنایا۔ پھر بعض نے روپے کو خدا بنایا۔ بعض نے اپنے دوستوں کو۔ حالانکہ خدا نے اپنے وقت پر ان سب چیزوں کی حد درجے کی کمزوری ثابت کر دی۔ جس دوست پر کسی نے بھروسہ کیا۔ کام پڑنے سے پہلے اسے ہلاک کر دیا۔ تا یہ جان لے کہ توکل کے قابل اور ذات ہے جو حی و قیوم ہے۔ ٹھوکر لگنے پر تو بہت سمجھ جاتے ہیں مگر مبارک ہے وہ انسان جو ٹھوکر لگنے سے پہلے خدا کی باتوں پر ایمان لائے اور اسے ایک جانے۔ مانے اور اسی کی ذات پر کل امور میں بھروسہ کرے۔ دیکھو ہندہ نے جب بیعت کی اور حضرت نبی کریم ﷺ نے لا تشرکن باللہ کہا۔ تو اس نے کہا کیا اب بھی ہم خدا کا شریک کسی کو بنا سکتے ہیں۔ اتنا مقابلہ کیا۔ ایک طرف ہزاروں لاکھوں آدمی اور دوسری طرف معدودے چند۔ مگر نہ کثرت کام آئی اور نہ بتوں نے کچھ مدد کی۔ جس سے حق الیقین کی طرح ہم پر یہ مسئلہ کھل گیا کہ ھواللہ احد۔ ہندہ اور اس کی قوم نے یہ سمجھا مگر بہت سی ٹھوکریں کھانے کے بعد۔ لیکن وہ انسان کیا مبارک ہے جو اس مسئلہ کو پہلے سمجھے اور یقین کرے۔

خدا ہی معبود ہے اور وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں کوئی مد مقابل نہیں۔ صرف وہی ذات ہے جو صمد کہلانے کی حقدار ہے کیونکہ صمد اسے کہتے ہیں جس کی مدد کے بغیر کوئی کام ہو

ہی نہ سکے۔ اس معبود برحق کو ناراض نہ کرو۔ دیکھو ایک گورنمنٹ کسی پر ناراض ہو جائے تو سب دوست و احباب اسے چھوڑ جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں کا ذکر ہے۔ جب گورنمنٹ لالہ لاجپت رائے پر ناراض ہوئی تو آریہ سماج (جس کی وہ از حد مدد کرتے رہے اور کرتے ہیں) نے ریزولیوشن پاس کئے کہ ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں تو پھر وہ احکم الحاکمین جس پر ناراض ہو اس کا کیا حال ہو گا۔ پس تم سب اس ذات پاک کو راضی کرو۔ اور اس کی ایسی عبادت کرو جیسا کہ حق ہے عبادت کرنے کا۔ شرک سے بھی انسان جبھی بچ سکتا ہے کہ ہر امر میں اللہ کی فرمانبرداری کا خیال رکھے۔ اسے خوش کرو تو سب خوش۔ مخلوق کو خوش کرنے کے درپے ہونے سے کیا بن سکتا ہے۔ خالق کو راضی کرو پھر سب راضی ہی ہیں۔ دعائیں کرتے رہو۔ کہ بڑی بڑی خفیہ راہوں سے شرک آتا ہے۔ سب سے بڑا شرک تو اسی زمانے میں دنیا پرستی کا تھا۔ جسے امام نے یہ عہد لے کر توڑا۔ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ اب اس عہد کو نباہو۔ اگر ہم میں بھی امانتوں میں خیانت کرنے والے چوریاں کرنے والے۔ رشوتیں لینے والے۔ جھوٹ بولنے والے ہوں تو ہم میں اور غیر میں فرق کیا ہوا۔ حضرت اقدس کے زمانہ میں ہم سیکھتے تھے۔ اب ہمارے کام کرنے کے دن آئے ہیں۔ چاہئے کہ پورے جوش کے ساتھ اس (خدا) کی فرمانبرداری میں لگ جائیں اور لوگوں کو اس واحد خدا اور اس کے مامور کی طرف بلائیں تا ان مصائب سے نجات پائیں جو عذاب الٰہی کی صورت میں ہر طرف سے بڑھ رہی ہیں۔

(الفضل 29۔ اکتوبر 1913ء)

بقیہ صفحہ ۲

۱۹ ہزار پاؤنڈز زیادہ کی وصولی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ایک اور پہلو یہ ہے کہ چندہ دینے والوں کی تعداد میں اضافہ بہت خوشکن ہے۔ ۱۹۹۷ء میں وقف جدید کے چندہ دہندگان کی تعداد دو لاکھ ۲۲ ہزار ۶۰۰ تھی۔ اور سال ۱۹۹۸ء میں دو لاکھ ۷۳ ہزار ۳۰۰ تعداد ہے۔ گویا صرف چندہ دہندگان میں اضافہ ۵۰ ہزار سے زیادہ ہے۔ حضور نے فرمایا کہ انگلستان کی جماعت نے گزشتہ سال کے ۵۰ ہزار پاؤنڈز کے مقابل پر اس سال ایک لاکھ پاؤنڈز پیش کئے ہیں۔ اگرچہ مجموعی ٹیبل میں اپنی پوزیشن کو بدل نہیں سکے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ۲۷ ہزار پاؤنڈز کی رقم جماعت کے لئے پیش کی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ رقم افریقہ کے ممالک میں وقف جدید سے جو ہم خرچ کرتے ہیں وہاں خرچ کی جائے گی۔ حضور نے بتلایا کہ ایک خطبہ میں مذکور تحریک کے نتیجہ میں جماعت یو۔کے، غریب مسلم ممالک میں غرباء میں تقسیم کے لئے تحائف کے پیکٹ بھی تیار کر رہی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے جماعت امریکہ کی وقف جدید کے چندہ میں کمی کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ امریکہ میں وقف جدید کو انہوں نے ۹ لاکھ تا پہنچادیا تھا۔ جائزہ پر پتہ چلا کہ چند بہت زیادہ امیر احمدیوں کا حصہ اس میں بہت زیادہ ہے اور عام احمدیوں کا کم ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے انہیں ہدایت دی کہ عام چندہ بڑھانے کی کوشش کریں اور اسے معیار پر لایا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ ۹ لاکھ ڈالرز کی رقم میں سے ۸۵ فیصد صرف پندرہ امیر آدمی دے رہے تھے جبکہ اب موجودہ آمد میں عام احمدیوں کا چندہ جو پہلے پندرہ فیصد تھا اب نوّے فیصد ہو گیا ہے اور یہ بہت بڑی خوشخبری ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ ساری دنیا میں اب بھی اول رہا ہے۔ پاکستان دوسرے نمبر پر، جرمنی تیسرے نمبر پر اور برطانیہ چوتھے نمبر پر ہے۔ حضور نے برما کا خصوصیت سے ذکر فرمایا انہوں نے پہلے سے بہت زیادہ قربانی کی ہے۔

چندہ بالغان پاکستان میں جماعتوں میں اول کراچی، دوم ربوہ اور سوم لاہور ہے۔ اور چندہ اطفال میں ربوہ اول، کراچی دوم اور لاہور نے سوم پوزیشن حاصل کی ہے۔ حضور نے اضلاع وار بھی نمایاں پوزیشنوں کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے مالی قربانی سے تعلق رکھنے والی احادیث نبویہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ پاک کمائی میں سے اس کی راہ میں کئے گئے خرچ کو قبول فرماتا اور اسے بڑھاتا ہے اور صرف آخرت میں ہی نہیں اس دنیا میں بھی بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اقتباسات بھی اس سلسلہ میں پیش فرمائے اور فضول خرچیوں سے بچتے ہوئے اپنا روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ سارے امیر ممالک میں خصوصیت سے احمدی یہ جھنڈا اٹھالیں کہ ضیاع نہ کریں۔ امیر ممالک میں اتنا ضیاع ہوتا ہے کہ تمام غریب ممالک صرف امریکہ کے ضیاع پر پل سکتے ہیں۔ اس رمضان میں یہ مہم چلائیں۔

خطبہ کے آخر پر حضور ایدہ اللہ نے اس سال کی اہمیت سے متعلق بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کا الہام کئی سال متواتر ہوتا رہا اور ہر سال نئی شان سے پورا ہوتا رہا۔ سو سال پہلے ۱۸۹۷ء میں بھی یہ الہام ہوا تھا اور ۱۸۹۸ء میں بھی۔ سو سال بعد خدا تعالیٰ نے اس الہام کے نئی شان سے پورا ہونے کے جو سامان کئے یہ اسی الہام کا فیض ہے اور انہی وعدوں کا ایفاء ہے۔ حضور نے بتایا کہ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ کئی ممالک کے بعض علاقے ایسے تھے جہاں ابھی ایم ٹی اے کی نشریات براہ راست سنی اور دیکھی نہیں جا سکتی تھیں۔ اس کے متعلق ۱۹۹۸ء میں اگست میں ہم نے جائزے لینے شروع کئے (اور عجیب بات ہے کہ یہ الہام بھی اگست کے مہینے کا ہے) چنانچہ یہ سال ختم ہونے سے پہلے ایسی کمپنیوں سے قطعی معاہدہ ہو چکا ہے جو ان علاقوں کے لئے ایک سیٹلائٹ شروع کر رہی ہے اور اس پر ہماری چینل ریزرو ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ فروری کے شروع میں یہ نیا نظام جاری ہو گا جس سے جزائر کے رہنے والے سارے استفادہ کر سکیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ نئے سال کی خوشخبری میں اسے بہت اہمیت ہے۔ اللہ مبارک کرے۔ یہ خوشخبریاں اللہ نے پہلے سے مقدر فرما رکھی تھیں جن کو اب ظاہر فرما رہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سال بہت برکتوں کا سال ہے۔ کچھ برکتیں وہ ہیں جو ۹۸ء کے سال سے اس نے ورثہ میں پائیں اور ۹۹ء میں جو خوشخبریاں دی گئی تھیں وہ اتنی عظیم الشان ہیں کہ کایا پلٹ گئی ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے ۱۸۹۹ء کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام "مبشروں کا زوال نہیں ہوتا۔ گورنر جنرل کی پیشگوئیاں پورے ہونے کا وقت آ گیا" کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ اب ۱۹۹۹ء ہے اور وہ وقت آ گیا ہے جس سال سو سال پہلے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کیا ہونے والا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ۹۹ء کے الہامات انشاء اللہ جلسہ سالانہ پر پیش فرمائیں گے۔ حضور نے فرمایا جس طرح پہلے الہام لفظاً لفظاً پورے ہوتے رہے انشاء اللہ ۹۹ء کے الہامات بھی پورے ہونگے۔ حضور ایدہ اللہ نے بتلایا کہ اس الہام کی طرف توجہ اِس وقت مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی کے ایک خط سے ہوئی جس میں انہوں نے اپنی ایک پرانی خواب کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے وہ خواب پڑھ کر سنائی اور ساتھ ساتھ اس کی تعبیر پر روشنی ڈالی۔ حضور نے فرمایا کہ ان کے نام مسعودؔ میں بھی ایک حکمت ہے کہ دورِ سعید آنے والا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے اس سال کے بہت سی خوشخبریوں پر مشتمل ہونے اور بہت مبارک ہونے کا ذکر فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ جب فیصلہ کرے گا کہ جماعت کو خوشخبریاں ملیں تو کوئی دنیا کا ہاتھ نہیں جو ان خوشخبریوں کو روک سکے۔

ہمارا چاند قرآں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی ترجمۃ القرآن کلاس

بسم اللہ کی حکمت

حضور نے سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت بسم اللہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ باللہ بلکہ فرمایا بسم اللہ اگر محض باللہ کہا جاتا تو اس میں یہ قباحت تھی کہ "ب" "ت" اور "و" یہ تین ایسے حروف ہیں کہ اللہ کے ساتھ آئیں اور بعد میں اللہ کے آخری حرف پر جر (زیر) ہو تو یہ قسم کی علامت بن جاتے ہیں اس لئے باللہ کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ اللہ کے ساتھ بلکہ اللہ کی قسم۔ اور یہاں اللہ کی قسم کھانا مقصود نہیں ہے۔

دوسرے اللہ کا وجود ابھی پوری طرح متعارف نہیں ہوا اور اللہ کا مضمون بہت وسیع ہے قرآن کریم یوں ہی آگے بڑھتا ہے اللہ کا تعارف کرواتا چلا جاتا ہے تو اللہ کا نام متعارف ہے اور دنیا جانتی ہے اس لئے نام جو بھی ہے جس چیز کا بھی ہے اس کی تمام صفات کو لفظ اسم حاوی ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ جو ایک ہی واحد اللہ ہے اس کے نام کی برکت کے ساتھ۔ اس کا نام لے کر' اور ایک معنی ہے اس کی اجازت کے ساتھ۔

دو صفات

بسم اللہ کی تشریح میں صفات رحمٰن رحیم کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس میں دو صفات نمایاں طور پر بیان فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور بن مانگے دینے والا۔ کیونکہ انسان کا وجود بھی بن مانگے آیا ہے اس لئے قرآن کا آغاز کائنات کے آغاز کے حوالے سے کرنا بہت ہی پیارا کلام ہے۔

اور رحمٰن کا مطلب بے انتہا رحم کرنے والا بھی ہے اور بن مانگے دینے والے کا تعلق بے انتہا رحم کرنے والے کے ساتھ لازم و ملزوم کا تعلق ہے جو رحم میں بے انتہا نہ ہو وہ بن مانگے نہیں دیا کرتا۔

اور رحیم کا مطلب ہے بہت رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا تو رحمانیت یہاں آغاز کرتی ہے کائنات کا' تخلیق کا' اور انسان کا۔ وہاں اس کے ساتھ رحیمیت یہ یقین دلاتی ہے کہ کسی ایسے رحمان خدا کے تعلق میں بات نہیں ہو رہی جو ایک دفعہ رحم کرکے بھول چکا ہو یا چھوڑ بیٹھا ہو بلکہ ایسا رحمٰن ہے جو ہمیشہ ساتھ دینے والا ہمیشہ ساتھ رہنے والا ہے۔ اس سے بہتر اللہ کا تعلق اور تعارف ممکن نہیں ہے۔

اللہ کے نام کے ساتھ

بسم اللہ کا مطلب ہے اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے لیکن ساتھ کیا ہے؟ اس بات کا ذکر نہیں فرمایا گیا اور عموماً ترجمہ میں آپ یہ پڑھتے ہوں گے کہ شروع کرتا ہوں لکھ دیا جاتا ہے میں نے جو قرآن کریم کا ترجمہ شروع کیا ہے اس میں عمداً اس لفظ کو چھوڑ دیا ہے اور یہ بیان کیا ہے اللہ کے نام کے ساتھ جو بے حد رحم کرنے والا' بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ بہت سے مضامین پھر نظر سے رہ جائیں گے اگر ہم یہ ترجمہ کریں کہ اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں یا ہم شروع کرتے ہیں تو محض شروع کے ساتھ۔ اللہ کے نام کی برکت وہیں تک محدود دکھائی دے گی حالانکہ "ب" میں اجازت بھی شامل ہے اور لامتناہی اور برکات ہیں جو اس میں داخل ہیں صرف پڑھنے کے ساتھ نہیں بلکہ عمل کرنے میں بھی۔ تو اللہ کے نام کی ضرورت ہے اور توفیق پانے میں بھی اللہ کے نام کی ضرورت ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی بات شروع بھی نہیں ہو سکتی۔

پس اس حرف کو جو کئی معانی اور بے حد گہرے اور وسیع الفاظ کے معانی رکھتا ہے اسی طرح کھلا رکھنا زیادہ بہتر ہے لیکن ترجمہ کے وقت آپ کا فرض ہے کہ سمجھ جائیں اور جب بھی پڑھیں تو "ب" کو موقعہ اور محل کے حوالہ سے اس کے معانی ذہن میں پہنا لیا کریں۔

اللہ کے نام کے ساتھ جب کھانا کھاتے ہیں تو کہتے ہیں بسم اللہ مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں۔ ایک مہمان آپ کے گھر آتا ہے آپ کہتے ہیں بسم اللہ۔ کہ اللہ کے نام کے ساتھ داخل ہو۔ اللہ کے نام کے ساتھ میں تمہاری مہمان نوازی کروں گا۔ تو اس کے معانی اگر معین نہ کئے جائیں تو انتہائی وسیع ہیں اور زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو جاتے ہیں۔

العالمین کا مطلب

العالمین کا مطلب ہے تمام جہان۔ تمام وہ کائنات جس کا تصور لفظ "عالم" میں پایا جاتا ہے اور ہر قسم کے ایسے تصورات جو عالم کی کوئی صورت اپنے ذہن میں رکھتے ہیں ان سب پر لفظ عالمین کا اطلاق "ال" کی وجہ سے ہو جاتا ہے العالمین سے مراد تمام جہان جیسے بھی ممکن ہے۔

قرآن کریم میں بعض جگہ عالمین کا لفظ مخصوص "عالمین" کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور وہاں لفظ "ال" وہ معنی دیتا ہے جیسا کہ حضرت مریم کی

فضیلت کا ذکر ہے اور بنی اسرائیل کی فضیلت کا ذکر ہے وہاں یہ مراد نہیں ہے کہ تمام جہان جو پہلے تھے یا بعد میں ہوں گے ان جہانوں میں جن میں آنحضرت ﷺ بھی شامل ہیں آپ کی ازواج مطہرات بھی شامل ہیں حضرت فاطمہؓ بھی شامل ہیں ان سب پر گویا حضرت مریم اور دیگر کو فضیلت ہوگی یہ مراد نہیں ہے۔

وہاں العالمین سے مراد وہ عالم ہیں جو اس زمانہ میں معلوم اور معروف تھے پس حوالہ میں ایک ایسے تصور کو لیا جو پہلے سے ہمارے ذہنوں میں موجود ہے بنی اسرائیل کے وقت میں ایک معروف عالم تھا اور وہ عالم اس عالم سے محدود تھا جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ اور وسعت اختیار کر کے کل عالمین پر پھیل گیا۔ پس نسبتی معنی کے لئے بھی ال کام دیتا ہے اور موقعہ محل کے مطابق آپ اگر ال کی حقیقت سمجھ لیں تو معنے سمجھنا کچھ مشکل نہیں رہے گا۔

رب العلمین کا مطلب ہوا وہ تمام جہانوں کا رب ہے یعنی ان سب جہانوں کا جو تھے یا ہیں یا ہوں گے یا جتنی بھی ان کی قسمیں ہیں زندگی کے جہان ہوں۔ یا موت کے جہان ہوں۔ ہر قسم کے جہان اس لفظ عالمین میں شامل ہیں وہ ان کا رب ہے۔

ربّ کے معانی

رب کا کیا مطلب ہے ہم جب کہتے ہیں رب تو مراد لفظ اللہ لیتے ہیں حالانکہ اللہ اور رب بعض اپنے اپنے معانی رکھتے ہیں "اللہ" خدا تعالیٰ کا اسم ذات ہے وہ نام ہے جو خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے آگے اس کا تعارف ہو رہا ہے وہ رب ہے رب کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

سورہ فاتحہ سارے قرآن کی کنجی ہے یہاں کچھ ذرا ٹھہر ٹھہر کر معنی بیان ہوں تو آئندہ قرآن کریم کو سمجھنے میں آپ کو سہولت ہو جائے گی رب کا مطلب ہے تربیت دینے والا' پالنے والا' رزق عطا کرنے والا' ادنیٰ حالت سے سنبھال کر آئندہ اعلیٰ حالتوں کی طرف ترقی دینے والا۔ ربی الفلو سے مراد ہے اس نے گھوڑے کے بچے کی اس وقت پرورش شروع کی جب وہ ابھی پیدا ہی ہوا تھا اور پرورش دیتے دیتے اس کو پروان چڑھا کر گھوڑے کی عمر تک پہنچا دیا۔

تو ہر وہ شخص جو خدا کی ربوبیت کی صفت سے حصہ لیتا ہے اسے معلوم کرنا چاہئے کہ اس کے تعلق میں یہ چیز بھی آئے اور پھر سنورتی چلی جائے۔ تب وہ صفت ربوبیت کا حصہ دار بنتا ہے ورنہ نہیں اگر ایک شخص کسی چیز پہ قابض ہوتا ہے تو اس کی دو ہی حالتیں کرتا ہے یا تو بد سے بد تر ہوتی جاتی ہے یا اچھی سے اچھی ہوتی جاتی ہے۔ یا محلوں کے کھنڈرات بن جاتے ہیں یا محلوں پر محلات کے اضافے ہوتے جاتے ہیں اور منزلیں بنتی ہیں اور جہان کشادہ ہوتا چلا جاتا ہے تمام دنیا کے انتظامات کا یہی حال ہے اچھا منتظم تھوڑی چیز سے بات شروع کر کے اسے ترقی دیتا دیتا بلندی کی طرف لے جاتا ہے اسے پھیلاتا بھی چلا جاتا ہے۔

رب میں یہ سارے معنے پائے جاتے ہیں تو رب العلمین کا مطلب ہے جتنے بھی جہان متصور ہو سکتے ہیں ان سب کا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے ایک لازمی تعلق ہے کسی جہان کو بھی خدا نے اپنی حالت پر کھڑا نہیں رکھا بلکہ اللہ کے تعلق سے اور اس کی دو صفات سے جو پہلے بیان ہوئی ہیں رحمانیت اور رحیمیت۔ ان کے جلوے دکھانے کے نتیجہ میں ربوبیت نے ہر چیز کو ترقی دی ہے اور سارے جہان جتنے بھی ہیں ترقی پذیر ہیں۔

رحمان اور رحیم کی تکرار

بسم اللہ میں رحمان اور رحیم کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد پھر سورۃ فاتحہ میں رحمان اور رحیم کی تکرار کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وہ رحمان بھی ہے رحیم بھی ہے اس کے متعلق بہت سے احمدی سوال کرتے رہتے ہیں اور میں پہلے جواب دے چکا ہوں لیکن یہاں ترجمے کے طور پر صرف سکھانا چاہتا ہوں کہ پہلے بسم اللہ میں جو الرحمن الرحیم ہے اس کا تعلق تمام کائنات کے آغاز' انسان کے آغاز اور ہر چیز کے آغاز سے ہے "رحمانیت" کے نتیجہ میں بن مانگے دینے والا تخلیق کرنے لگا اور ان چیزوں کی تخلیق اس نے مکمل کی جو چیزیں مانگنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتیں۔ انْ کو ربوبیت کی خلعت بخشی پھر ربوبیت میں ان کو ترقی دی اور ترقی دیتے ہوئے اس مقام تک پہنچا دیا۔ یہاں ایک اور جہان اس کے لئے روشن ہو گیا جسے خلق آخر کہا جاتا ہے اور یہ جہان ہے قرآن کا جہان' مذہب کا جہان' اللہ سے تعلق کا جہان۔ تو عالمین کے ایک نئے معنی وجود میں آئے ور نئے معنوں کے لحاظ سے رحمانیت اور رحیمیت کی تکرار ضروری ہو گئی چنانچہ قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ علیم یا عالم خدا نے قرآن سکھایا بلکہ فرمایا یہ رحمان خدا ہے جس نے قرآن سکھایا ہے کوئی مانگنے والا نہیں تھا ایک نیا جہان انسان کے لئے روشن فرما دیا جو روحانی تخلیق کا جہان ہے اور اس کا بھی وہی رحمان خدا ہے جو عام کائنات کا رحمان خدا ہے مگر یہاں تعلق صرف ان بندوں سے ہو جائے گا جو رحمان خدا پر ایمان رکھتے ہیں اس کے کلام سے روشنی پاتے ہیں اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں پس وہ مضمون جو تخلیق کائنات سے شروع ہوا تھا۔ اب روحانی تخلیق کے میدان میں یا جہان میں داخل ہو جاتا ہے اور آگے اسی کے ساتھ تعلق ہے۔

پس دوسرا رحمان اور رحیم ہمیں بتاتا ہے کہ رحمان خدا نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے بھی ایک جہان نو پیدا کر دیا ہے اور یہ رحیم بھی ہے وہ چھوڑے گا نہیں۔ مسلسل ہدایت کے سامان کرتا رہے گا آدم کے وقت اسی کی رحمانیت نے جو جلوہ دکھایا تھا وہ وہاں ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ بہتر سے بہتر جلوے ظاہر ہوتے چلے جائیں گے اور ربوبیت کی یہی شان ہے کہ ہر جلوہ پہلے سے بڑھ کر شان میں ہو۔ اور جو جلوے ہیں ان میں خدا تعالیٰ ہر وقت ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے جب بھی ضرورت پڑے گی رحیمیت کے تابع روحانی مسائل کا حل پیش فرماتا جائے گا۔

مالک یوم الدین

اس کے بہت سے معنے کئے جاتے ہیں لیکن ترجمے کے لحاظ سے نسبتاً مختصر میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ کچھ ترجمہ تو خدا تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں ہی بیان فرمایا۔

(سورہ الانفطار 19-20)

تجھے کیا چیز سمجھائے کہ دین کیا ہوتا ہے؟ دین اس وقت کا نام ہے جب کہ ہر ملکیت اللہ کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور خدا کے سوا کوئی مالک نہیں رہے گا۔ کوئی شخص کسی جان کے لئے نہ اپنے لئے نہ کسی غیر کے لئے کسی چیز کا ادنیٰ سا بھی مالک رہے گا۔ اور کلیتہً حکومت اور ملکیت خدا کی طرف لوٹ جائے گی تو مالک یوم الدین کا ایک اہم ترین معنی ہے آخرت کا وہ دن جبکہ وہ عارضی ملکیتیں جو رحمان خدا نے عطا کی ہوں گی۔ خدا کو واپس لوٹادی جائیں گی پھر وہ فیصلے فرمائے گا اور ہر چیز اپنے اصل کی طرف واپس چلی جائے گی۔ آغاز سے لے کر انجام تک کی ساری کہانی' تمام ارتقاء خواہ وہ ماضی کا تھا خواہ وہ زندگی کا تھا خواہ وہ مذہب کا تھا وہ سارا ان آیات میں بیان فرمادیا ہے اور اول سے آخر تک کی ساری کہانی مکمل ہوئی۔

مالک کسی کو جواب دہ نہیں ہوتا مالک جو چاہے فیصلہ کرتا ہے لیکن ایک تسلی دلادی کہ جو مالک ہے وہ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے سو ڈرنے کی کوئی بات نہیں جو بھی فیصلہ کرے گا حد سے زیادہ رحم والا ہوگا اور بار بار رحم کا سلوک فرمائے گا۔ کئی دفعہ تمہاری ٹوٹی ہوئی توبہ کو معاف فرمادے گا اور پھر بھی اگر کسی کے خلاف سزا کا فیصلہ ہوگا تو وہ سچا فیصلہ ہے کہ کسی کو بھی کوئی شکوہ کا حق نہیں۔ یعنی ملکیت اس کو جاتی ہے جو سب سے زیادہ رحمان اور رحیم ہو۔ اس کو نہیں جاتی جو سخت مزاج ہے اور بھی صفات ہیں مگر سب صفات کو ترک کرکے رحمانیت اور رحیمیت کی پناہ میں دوبارہ انسان کو دے دیا گیا ہے۔ یہاں سے آغاز ہوا تھا وہی انجام ہوا۔ اور نیک آغاز تھا نیک انجام ہوا۔

دین کا ایک مطلب ہے مذاہب اور رستے تو مالک یوم الدین کا مطلب ہے کہ جب دین کا دور شروع ہوگا اس وقت بھی مالک خدا ہی ہوگا اور دین کے زمانوں میں اگر کسی کو حکم دینے کا حق ہے تو صرف خدا کو ہے۔ کسی اور کی بات نہیں سننی۔ صرف اللہ کی بات سننی ہے کیونکہ دین کے زمانوں کا دین کے دور کا وہی مالک ہے۔ اس کے بعد کیا باقی رہ جاتا ہے۔ صرف اللہ کی بات چلتی ہے۔ اس کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا کہ انسان اس کے سامنے سر جھکادے اور دعا کرے۔

سورۃ فاتحہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

عبادت کا ارادہ

ایاک نعبد مطلب ہے تیری اور صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں ہم تیرے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

لیکن نعبد میں ایک مستقبل کے معنے بھی پائے جاتے ہیں ایک ارادے کا بھی اظہار پایا جاتا ہے کہ ہم کریں گے یا کرنا چاہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اے خدا جو اتنی عظمتوں کا مالک آغاز اور انجام سب کا مالک ہے ہم نے فیصلہ یہ کرلیا ہے کہ ہم تیری عبادت کریں گے۔ کیونکہ خیراب تیرے سوا اور جگہ ہے کوئی نہیں مگر کریں گے کیسے؟ کیا ہم میں طاقت ہے اس کا جواب سورۃ فاتحہ سکھاتی ہے کہ نہیں یہ دعا کرو ایاک نستعین مدد کے بغیر ہمیں تو یہ توفیق نہیں مل سکتی۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں تیری عبادت کریں گے۔ صرف تیری کرتے ہیں صرف تیری کریں گے مگر تجھ سے مدد مانگتے ہوئے۔ اس کے بغیر ہمیں توفیق نہیں مل سکتی۔

صراط مستقیم

مدد یہ مانگتے ہیں عبادت کے ذریعے کہ سچے رستے اور سیدھے رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ کیونکہ عبادتیں ٹیڑھے رستوں پر بھی ہوتی ہیں اور عبادت کے ہزار طریق دنیا میں رائج ہیں محض ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ساری رات شور مچاتے ہیں کہتے ہیں ہیں عبادت ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھادی کہ عبادت صرف میری کرنا کافی نہیں۔ میری وہ عبادت کرنا ضروری ہے جو اس رستے پر چلنے والوں نے کی جن کی عبادتیں میں قبول کرچکا ہوں۔

منعم علیہ گروہ

سیدھے رستے پر کچھ لوگ پہلے بھی چلے ہیں اور خدا کی طرف سے ہدایت پاکر چل پڑے تھے مگر رستہ چھوڑ گئے بے وفائی کی۔ صرف رستے پر قائم رہتے ہوئے رستے کے مضمون بدلتے رہے کچھ رستہ چھوڑ کر کسی اور طرف گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے دعا کامل کرو۔ یہ مکمل دعا ہے جب تک مکمل نہیں ہوتی تمہیں چھوڑنا نہیں۔ تمہیں دعا سکھا کے چھوڑنی ہے۔ اھدنا ہمیں وہ سیدھا راستہ دکھا جو حقیقی اور اصلی اور کامل سیدھا رستہ ہے جو ہر پہلو سے سیدھا رستہ ہے اور بیچ کا رستہ ہے درمیانی راہ ہے اور اپنی ذات میں قائم ہے اس رستے کی ہدایت دے۔ مگر ان لوگوں کے رستے کی جن پر تو نے انعام فرمایا۔ انعام انہی لوگوں کو ملتا ہے رستے پر چلنے والوں کو جو منزل کو پاتے ہیں اور سیدھے رستے پر جان دیتے ہیں۔ جو رستے کو اکھیڑنا شروع کر دیں گڑھے ڈال دیں یا دائیں بائیں ہٹ جائیں وہ انعام والے نہیں رہتے۔ تو فرمایا ان لوگوں کا رستہ عطا فرما جن پر تو نے انعام فرمایا۔

مغضوب گروہ

یہاں طبعاً' ارادتاً' عملاً میں نے یہ ترجمہ نہیں کیا۔ جن پر تیرا غضب نازل ہوا عام طور پر ترجمہ میں یہ ملتا ہے یہ مفہوم ہے مگر اس سے اصل عبارت کا معنی کچھ محدود ہو جاتا ہے۔ غضبت کا لفظ نہیں آیا۔ ان لوگوں کا رستہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا یہ سورۃ فاتحہ میں نہیں لکھا ہوا۔ یہ لکھا ہوا ہے جو مغضوب ٹھہرائے گئے یا مغضوب بن گئے۔ جن پر غضب نازل کئے گئے اور اس میں غضب کا جو مضمون ہے وہ وسیع ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اللہ کی طرف سے بھی اہانت کا نشانہ بنتے ہیں اور دنیا کی طرف سے بھی لعنت کا نشانہ بنتے ہیں بعض قوموں کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ ان پر خدا کی بھی پھٹکار پڑی اور دنیا کی بھی پھٹکار پڑی۔ اور وہ دنیا والوں کے غضب کا بھی نشانہ بنائے گئے اور بنائے جائیں گے۔ اور

وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ یہ ہوتا رہے گا۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ تیرے غضب کا نشانہ بنے تو یہ مضمون بیچ میں سے نکل جائے گا یہ وہیں رہنا چاہئے جہاں سورہ فاتحہ ٹھہراتی ہے۔ کہ وہ لوگ جو غضب کا نشانہ بنائے گئے۔ کئی طرفوں سے بنائے گئے۔ ان کی راہ نہیں ہمیں چاہئے نہ ان کی راہ جو خود گمراہ ہو گئے اور رستہ ہی چھوڑ بیٹھے۔ کچھ لوگ رستے پر قائم رہے اور ایسی بد حالت میں قائم رہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے رستے کو ہی نقصان پہنچا گئے۔ مثلاً یہود ہیں انہوں نے توحید کا دامن نہیں چھوڑا۔ جو اصل ہدایت کا مقصد ہے لیکن اور ایسے ظلم کئے اور ظلم کا شکار ہوئے کہ لوگ ان کے غضب کا نشانہ بننا شروع ہو گئے۔ اس رستے پر ٹھہرتے ہوئے اس کے غلط معنے کر کر کے انہوں نے ان لوگوں کو اپنا مغضوب بنا لیا۔ نتیجہ یہی نکلنا چاہئے تھا کہ وہ خود مغضوب ہو جاتے اور اللہ ہی کے مغضوب نہیں ہیں۔ جن بنی نوع انسان پر اللہ کے نام پر انہوں نے غضب ڈھائے تھے اللہ نے ان لوگوں کو اجازت دی اور توفیق دی کہ وہ ان سے بدلے لیں اور یہ سلسلہ جاری ہو گیا فرمایا ہم ان کے رستے سے پناہ چاہتے ہیں ان کا رستہ نہیں چاہئے۔ رستہ دے تو تو وہ دے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جس پر آپؐ سے پہلے دوسرے انبیاء چلے۔ اور نیک انجام تک پہنچے اور اپنی منزل مقصود کو پا گئے۔ اور ان بھٹکے ہوؤں کا رستہ بھی نہیں چاہئے جو عیسائی ہیں بظاہر رستے پر ہیں لیکن خدا کا بیٹا بنا بیٹھے اور گمراہ ہوئے اور دنیا کو گمراہ کر دیا۔ یہ ترجمہ کچھ وضاحت کے ساتھ ہے۔

الٓمّٓ

یہ تین حروف ہیں ان تین حروف سے سورۃ بقرہ کا آغاز کیوں کیا گیا یہ بار بار بحث اٹھتی ہے اس لئے میں اچھی طرح سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ کیا یہ حروف بے معنی ہیں؟ محض حروف ہیں یا کوئی اور معنی رکھتے ہیں اور کیا کیا معنی رکھتے ہیں۔ کیوں بات کو کھول کر بیان نہیں کر دیا گیا؟ کیوں صرف حروف میں بات کی گئی اور آغاز ہی میں یہ مشکل کیوں پیش آ گئی تو اس کے اوپر مختلف مفسرین نے مختلف روشنی ڈالی ہے سب سے زیادہ عمدہ سیر حاصل اور پر لطف بحث تفسیر کبیر میں اٹھائی گئی ہے۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے اس مضمون کے ہر پہلو پر خوب کھل کر روشنی ڈالی ہے خلاصۃً" اس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے انا اللّٰہ اعلم میں ہوں اللہ زیادہ جاننے والا۔

اس ترجمہ کی وضاحت یہ ہے کہ الف کو انا کا پہلا حرف شمار کرکے اور ل کو اللہ کا بیچ کا حرف شمار کرکے اور م کو اعلم کا آخری حرف شمار کرکے ایک جملہ بنا لیا گیا ہے اور یہ خیال کیا گیا ہے کہ الٓمّٓ اس جملے کا یہ نمائندہ ہے اور اس پہلو سے جملے کی تحریر کی ترکیب اس کے ساتھ مطابقت کھا رہی ہے پہلا حرف جو اس لفظ کا سمجھا گیا ہے اس کا پہلا حرف چاہئے بیچ کا لفظ اس لفظ کا بیچ کا ہونا چاہئے جو ہم نے سمجھا اور م اس لفظ کا آخری ہونا چاہئے جو اب بھی آخر پر ہے جو ہم نے سمجھا تو الٓمّٓ کا مطلب ہے انا اللہ اعلم ایک معقول بات ہے اور اس لئے بھی کہ علم کا مضمون اس سے تعلق رکھتا ہے اور غالباً وہ اول معنی رکھتا ہے کیونکہ بعد میں علم کی ہی بات ہو رہی ہے اور کامل علم کی بات ہو رہی ہے پس یہ ترجمہ بھی اس کا ممکن ہے اور اور ترجمہ بھی ممکن ہے۔

ایک اور معنی

بعض لوگوں نے الف سے مراد اللہ لیا ہے اور م سے محمدؐ مراد لیا ہے الف لام اللہ اور میم محمدؐ ان دو کے ملنے سے وہ نعمت وجود میں آئی جس کو ہم قرآن کی نعمت کہتے ہیں اور نبوت بھی ملی اور کتاب بھی ملی۔ تو جتنے بھی ایسے معانی ہیں جو قرآن کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں پُر معارف ہیں جو قرآنی تعلیم سے ٹکراتے نہیں بلکہ انسان کی روحانیت کو بڑھانے والے ہیں وہ تمام اجازت ہے کہ وہ تمام ان حرفوں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔ پس الٓمّٓ کا جو مضمون حروف کی صورت میں بیان ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تھوڑے لفظوں میں زیادہ بات کرنے والی ہے کتاب۔ اور یہ مضمون آگے قرآن کریم پر ہر جگہ حاوی ہو جائے گا ایسا کلام ہے کہ ایک ایک حرف میں اس کے معانی ہیں اور اس کا صرف حروف مقطعات سے تعلق نہیں بلکہ قرآن کریم کی دوسری آیات پر بھی ذرا غور کریں تو بہت سے حروف ایسے ہیں جن پر نظر پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر اس محل پر رکھے گئے ہیں اور اس سے خاص معنے پیدا ہوتے ہیں بعض صوتی مطابقتیں ہیں اور بعض نغماتی مطابقتیں ہیں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا حروف کے استعمال اور زیر محل اطلاق سے تعلق ہے۔

پس الٓمّٓ نے ایک طرح سے پڑھنے والے کو چونکا دیا ہے کہ ایسی کتاب تم پڑھنے لگے ہو جس کے حرف حرف میں جان ہے حرف حرف میں پیغام ہے اس لئے ہوش اور غور سے پڑھنا۔

پیشگوئیاں

دوسرا اس میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اس کا یہ مضمون بھی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے بیان شدہ ثابت ہے کہ حروف میں بعض آداب مضمر ہوا کرتے ہیں اور ان آداب کے حوالے سے بعض تاریخی واقعات کی طرف اشارہ ہوتا ہے پس الٓمّٓ اور بعد میں آنے والے ایسے ہی مقطعات۔ یعنی ان سورتوں کا جو ان حروف سے شروع ہوتی ہیں ان کا بعض زمانی قدروں سے بھی تعلق ہے جو مخصوص زمانوں میں ہونے والی ہیں اور اس صورت میں پیشگوئی کا رنگ ان حروف میں پایا جاتا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو چونکہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ یہود یہ سن کر ایک منصوبہ بنا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کیونکہ ان کے ہاں یہ رواج تھا کہ حروف کے عددی معنے لئے جاتے تھے اور ان پر بڑا زور دیا جاتا تھا آج میں نے بائبل کی بعض ایسی کمنٹری (تفسیر) دیکھی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ یہ عدد حروف کے ان اعداد کے علمبردار ہیں اور آگے سارا مضمون اس سے تعلق رکھتا ہے اور اس پر یہود علماء بڑا فخر کرتے ہیں یعنی ان میں علم اعداد بیان کیا گیا ہے اور

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں

(مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ امریکہ)

یہ مختصر سا مضمون میرے ان مشاہدات اور تجربات پر مبنی ہے جو خوش قسمتی سے مجھے حضرت مصلح موعودؓ کے اپنے بچپن سے پختہ عمر تک بہت قریب سے دیکھنے سے نصیب ہوئے۔

میری سب سے پہلی یاد مجھے اس زمانہ میں لے جاتی ہے جب میں حضورؓ کو حضرت اماں جانؓ کے صحن سے نماز پڑھانے مسجد جاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ نماز سے واپسی پر آپ اپنا کچھ وقت خاص طور پر مغرب کی نماز کے بعد حضرت اماں جانؓ کی صحبت میں گذارتے اور ان عزیزوں سے بھی گفتگو فرماتے جو وہاں موجود ہوتے۔ کئی مرتبہ خاص طور پر سردیوں کے موسم میں آپ پہلے بیت الدعاء میں سنتیں ادا فرماتے۔ ان موقعوں پر آپؓ صحن یا اگر موسم زیادہ خنک ہو تو حضرت اماں جان کے کمرے میں ٹہلتے رہتے اور بعض مرتبہ حضرت اباجان یا پھر حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ جو اپنی ہمشیرہ حضرت اماں جانؓ سے ملنے تشریف لائے ہوتے، کے ساتھ جماعتی امور پر تبادلہ خیال فرماتے۔ آپ بچوں سے بھی گفتگو فرماتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید حکمت و دانش کا سمندر ہے تم بچوں کو اس کے مطالعہ اور اس پر غور کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے تا تم اس سے حکمت کے موتی نکال سکو۔ اگر تم ابھی بلوغ نظری کی عمر تک نہیں بھی پہنچے تو کم از کم سیپیاں ہی نکالنے کی اہلیت پیدا کرلو۔

آپکی قرآن مجید سے محبت

آپکی قرآن مجید سے محبت اور لگاؤ بہت گہرا اور دائمی تھا۔ ہفتہ کے روز آپ مستورات میں درس دیتے۔ وہ نظارہ ابھی بھی میری نظروں کے سامنے گھومتا ہے کہ آپؓ حضرت اماں جان کے گھر کے برآمدہ میں کھڑے ہیں اور مستورات سامنے صحن، برآمدہ اور ملحقہ کمروں میں بیٹھی ہیں۔ ان دنوں میں بہت تھوڑی تعداد ہوتی تھی، نیز آپ مردوں میں بھی درس قرآن دیتے جس میں بچے بھی شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ نے مسجد اقصیٰ میں درس دیا جس میں نہ صرف قادیان بلکہ باہر سے بھی دوستوں نے شرکت کی یہ درس کئی ہفتے جاری رہا اور روزانہ کئی کئی گھنٹوں پر پھیلا ہوتا۔ گذشتہ رمضان کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی اس پیشگوئی کا بھی ذکر کیا جس میں آپؓ نے فرمایا کہ ایک دن آنے والا ہے کہ خلیفہ وقت کے درس قرآن ایک ہی وقت میں تمام دنیا میں نشر ہوا کریں گے۔ حضور کی یہ خواہش آج دنیا پوری ہوتی دیکھ رہی ہے۔ میری جب حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی سے شادی ہوئی تو ہم نے گرمیوں کی چھٹیاں آپؓ کے ساتھ دھرمسالہ میں گزاریں۔ حضور نے خود تجویز فرمایا کہ وہ قرآن مجید کے مطالب کے بارہ میں مجمع میں درس دیا کریں گے۔ میں اس پرائیویٹ درس کے نوٹ لیا کرتا تھا۔ آپؓ کی تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں آپ کی قرآن مجید سے بے پناہ محبت کا مینار ہیں جن میں قرآن کے بے مثل معارف اور ابدی پیغام کو انتہائی خوبصورت اور اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا بیشتر حصہ اس زمانہ میں لکھا گیا جب آپکی صحت بہت کمزور تھی، مجھے وہ دن بھی اچھی طرح یاد ہیں جب حضورؓ جابہ کے مقام پر میدانوں کی شدید گرمی سے بچنے کے لئے تشریف لے جاتے اور یہاں گھنٹوں تفسیر کی تیاری میں صرف فرماتے۔

دعا کی قوت پر کامل یقین

آپؓ کے کردار کا ایک اور نمایاں پہلو دعا پر کامل یقین اور اعتماد تھا۔ جب بھی جماعت پر کوئی ابتلا آتا تو آپ بیت الدعا میں گھنٹوں دعا میں صرف فرماتے۔ میں نے ہجرت کے موقعہ پر کئی مرتبہ دیکھا کہ آپ جب بیت الدعا سے باہر تشریف لاتے تو آپؓ کی آنکھیں سرخ اور متورم ہوتیں۔ ان دنوں پاکستان گورنمنٹ کی طرف سے بطور ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر امرتسر میں اور گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے ایک سکھ دوست اسی عہدہ پر متعین تھا جبکہ ڈپٹی کمشنر کا عہدہ ایک انگریز کے پاس تھا۔ اسے ہدایت تھی کہ امرتسر کے متعلق جو بھی فیصلہ ہو کہ آیا اس کا الحاق ہندوستان یا پاکستان سے ہوگا اسی کے مطابق وہ متعلقہ ڈپٹی کمشنر کو چارج دیدے گا۔ ایک روز ڈپٹی کمشنر نے لاہور سے واپسی پر مجھ سے سرسری طور پر ذکر کیا کہ اس بات کا امکان ہے کہ گورداسپور کا ضلع انڈیا کو دیدیا جائے۔ اس پر میں نے سخت حیرانگی کا اظہار کیا کہ جن خطوط پر پارٹیشن کا فیصلہ طے کرلیا گیا ہے اس لحاظ سے تو مسلم اکثریت والا علاقہ جو دوسرے مسلم اکثریت والے علاقہ سے ملحق بھی ہو وہ پاکستان میں شمار ہوگا۔ اس اصول کے تحت تو ہر لحاظ سے اسے پاکستان کے حصہ میں جانا چاہئے۔ میری اس دلیل سے پریشان ہوکر اس نے کہا کہ لاہور آجکل افواہوں کا مرکز بنا ہوا ہے اور آدمی ان افواہوں پر یقین تو نہیں کر سکتا نیز اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں قادیان چلا جاؤں کیونکہ سی۔آئی۔ڈی کی رپورٹ کے مطابق میری رہائش گاہ پر بم پھینکنے کا پروگرام ہے۔ اس نے کہا کہ امرتسر کے پاکستان سے الحاق کی صورت میں وہ مجھے قادیان سے بلا لے گا۔ اس پر میں قادیان روانہ ہوگیا اور حضورؓ کی خدمت میں قصر خلافت جاکر اس کی اطلاع دی۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا کہ تھوڑا عرصہ قبل آپکو الہام ہوا ہے "این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا"

ایک اور واقعہ جس کا آج تک میرے دل و دماغ پر گہرا اثر ہے اور مجھے اس طرح لگتا ہے جس طرح کل کا واقعہ ہو کہ میں رات کو اپنے قادیان والے گھر کے باہر والے مردانہ حصہ کے صحن میں سویا ہوا تھا، گرمیوں کا موسم تھا کہ میری آنکھ دردناک دل ہلا دینے والی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سے کھل گئی اور مجھے خوف محسوس ہوا۔ جب میں نیند سے پوری طرح

بیدار ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ تہجد کی نماز، جو آپؓ حضرت ام ناصر والے مکان کے اوپر والے صحن میں ادا فرما رہے تھے جس کی دیوار ہمارے گھر سے ملحقہ تھی، کی دردناک دعاؤں کی آواز تھی۔ میں نے غور سے سننے کی کوشش کی تو آپ بار بار "اھدنا الصراط المستقیم" کو اتنے گداز سے پڑھ رہے تھے کہ یوں معلوم دیتا تھا کہ ہانڈی ابل رہی ہو اور مجھے یوں لگا کہ آپؓ نے اس دعا کو اتنی مرتبہ پڑھا جیسے کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس رات کی یاد مجھے جب تک زندہ ہوں کبھی نہ بھولے گی۔

آپکی جماعت سے گہری محبت

آپؓ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپ حمائل شریف لے برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آ جاتی۔ ان مواقع پر آپؓ مسلسل دعا کرتے رہتے۔

یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپؓ بستر پر سونا ترک کرکے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جاکر بستر پر آرام کرو۔

ایک اور بات جس نے مجھ پر انمٹ نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضور نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپ مجھے ڈرائینگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو تم آئی سی ایس ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپؓ نے فرنیچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے رکھنے کے قابل نہیں۔ جس طرح ہر غریب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہئے۔ آپؓ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپؓ کی آنکھیں پرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے آپؓ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔

دوسری چیز جس نے مجھ پر بہت گہرا تاثر چھوڑا وہ اسلام اور جماعت کی خدمت کا جذبہ تھا۔ میں آج بھی آپؓ کو فرش پر بیٹھے چاکلیٹ رنگ کا دھسہ اوڑھے کوئی درجن بھر موم بتیوں جو ایک بکس پر جلا کر رکھی ہوئی تھیں کے جلو میں پڑھتے یا لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ آپ کا گلا بہت حساس تھا اور مٹی کے تیل کے دھوئیں سے فوراً متاثر ہو جاتا تھا اور ان دنوں قادیان میں ابھی بجلی نہیں آئی تھی اس لئے موم بتیوں کا ہی استعمال فرماتے تھے۔

قادیان میں بجلی اغلباً ۱۹۳۰ء کے اوائل میں آئی تھی اس سے پہلے کے عرصہ میں کام کا بوجھ زیادہ شدید نوعیت کا ہوتا تھا۔ میں نے کئی مرتبہ جب جماعت کسی سخت دور سے گذر رہی ہوتی، آپ کو ساری ساری رات بغیر ایک منٹ آرام کئے دیکھا ہے اور آپؓ کام کرتے کرتے اٹھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپؓ کبھی کبھی لکھے ہوئے مسودات یا تحریریں حضرت اباجانؓ کو ترجمہ کی غرض سے اور بعض دفعہ انکے بارہ میں رائے دریافت کرنے کے لئے بھجواتے اور ہم لڑکے انہیں ادھر سے ادھر لے جانے کی ڈیوٹی ادا کرتے

حضرت اماں جانؓ کی تعظیم

آپؓ کو حضرت اماں جانؓ سے بہت گہرا لگاؤ تھا۔ اپنے سفروں پر اکثر انہیں ساتھ لے جاتے۔ حضرت اماں جانؓ آپکو محبت سے "میاں" کہہ کر مخاطب ہوتیں۔ جب کبھی بھی حضورؓ سفر کے دوران لیٹ ہوتے تو حضرت اماں جان بڑی گھبراہٹ اور بےچینی کا اظہار فرماتیں۔ میری بیوی بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایسی ہی حالت میں بڑی بےتابی سے حضرت اماں جانؓ حضورؓ کا کسی سفر سے واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب آپؓ تشریف لے آئے تو اماں جان نے فرمایا "میں نے تجھے منع نہیں کیا ہوا تھا کہ مغرب کے بعد دیر نہیں کرنی"۔ حضرت صاحب نے فرمایا "جی اماں جان"۔ پھر پوچھا "پھر کریگا؟"۔ حضورؓ نے فرمایا "نہیں اماں جان"۔ حضرت اماں جانؓ نے حضورؓ کے جسم کو ایک نرم چھڑی سے تنبیہ کے رنگ میں چھوتے ہوئے فرمایا "آئندہ کبھی دیر سے مت آنا، تمہیں معلوم ہے کہ میری جان پر بنی رہتی ہے۔" یہ ایک ماں کا فطری جذبہ تھا جس کا اظہار حضرت اماں جانؓ نے فرمایا ورنہ وہ خود ہر دوسرے احمدی کی طرح حضورؓ کی بڑی عزت فرماتیں۔

جب حضرت اماں جانؓ کی ربوہ میں وفات ہوئی تو حضورؓ کی خواہش تھی کہ انہیں اپنے خاوند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ میں ان دنوں لاہور میں متعین تھا۔ حضورؓ کا ارشاد موصول ہوا کہ اس سلسلہ میں انڈین ہائی کمشنر سے رابطہ کیا جائے۔ میری درخواست پر انڈین ہائی کمشنر نے دہلی سے رابطہ کیا اور بتایا کہ ہندوستان کی گورنمنٹ نے خاص کیس کے طور پر اس کی اجازت دیدی ہے لیکن یہ شرط لگائی کہ اس غرض کے لئے بیس سے زائد عزیزوں یا دیگر اصحاب کو ویزا نہیں دیئے جاسکتے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ پیشکش اس وجہ سے مسترد کردی کہ حضرت اماں جان کی حیثیت کے پیش نظر کم از کم دس ہزار احمدی میت کے ساتھ جانے ضروری ہیں۔

ایک عظیم خطیب

حضور بہت بلند پایہ مقرر تھے۔ میں نے دنیا میں بہت سفر کیا ہے اور دنیا کے مشہور ترین لیڈروں کو سننے کا موقعہ ملا ہے مگر میں نے کسی کو بھی خطابت میں حضورؓ کا پاسنگ بھی نہیں پایا۔ آپؓ کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے خطاب سے پہاڑوں کو ہلا سکتے تھے۔ اس صداقت پر جماعت کے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ گواہ ہیں۔ آپؓ سامعین کو سحرانہ رنگ تک قابو میں رکھتے۔ ہجرت کے فوراً بعد آپؓ نے مختلف شہروں میں پاکستان کے مختلف مسائل اور انکے حل پر لیکچر دیئے۔ اسلامیہ کالج کے ایک پروفیسر نے جو میرے ایک دوست کے ساتھ بیٹھے تھے بےساختہ کہا کہ "حضور کو تو پاکستان کا پرائم منسٹر ہونا چاہیئے"۔ اس سے قبل "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے موضوع پر لیکچر کے موقعہ پر اسلامیہ کالج کے ہسٹری کے پروفیسر نے آپؓ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے "فاضل باپ کا فاضل بیٹا" اور کہا کہ میں اپنے آپکو اسلامی تاریخ کا علم رکھنے والا

تصور کرتا تھا لیکن آپؓ کا لیکچر سننے کے بعد احساس ہوا ہے کہ میں تو بالکل طفل مکتب ہوں۔

جن دوستوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصلح موعود کے بارہ میں پیشگوئی پڑھی ہے ان کے لئے یہ ریمارکس کسی تعجب کا موجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے اس عظیم الشان ہستی کے بارہ میں جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ تاریخ کے صفحات کی طرح ہے جسے کس شان اور عظمت کے ساتھ پورا ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔

آپؓ کے التفاتات

میری ساری عمر حضورؓ کے التفات کے سایہ تلے گذری۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے یورپ کے سفر کے موقعہ پر حضورؓ نے خط میں بہت سی قیمتی نصائح فرمائیں۔ ان میں سے ایک جس نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا وہ تھی جس میں آپؓ نے قرآن مجید کی آیت "ان العزة للہ جمیعا" کہ "تمام عزتوں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے" کا ذکر فرمایا۔

انگلستان سے واپسی پر میں نے گورنمنٹ سروس اختیار کرلی اور میری شادی حضورؓ کی صاحبزادی سے قرار پائی۔ حضور نے میری بیوی کو نصیحت فرمائی کہ مظفر تو گورنمنٹ کا ملازم ہے مگر تم نہیں ہو۔ غریب اور مساکین سے ملو مگر کبھی کسی کی دنیاوی حیثیت کی وجہ سے انہیں ملنے مت جانا۔ جلد ہی انہیں اس امتحان سے گذرنا پڑا جب فنانشل کمشنر صاحب اپنی بیگم کے ہمراہ سرگودھا دورہ پر تشریف لائے۔ تمام افسران کی بیگمات نے فنانشل کمشنر صاحب کی بیگم کی ملاقات کے لئے انکی رہائش گاہ پر حاضری دی اور باوجود ان کے اصرار کے میری بیوی نے جانے سے انکار کردیا۔ بعد میں فنانشل کمشنر صاحب کی بیگم صاحبہ نے ڈپٹی کمشنر کی بیگم تک کو چھوڑتے ہوئے خاص طور پر میری بیگم کو علیحدہ چائے کی دعوت پر بلایا اور خاص طور پر پردہ کا اہتمام کیا گیا۔ سرگودھا کے افسران کے حلقہ میں اس پر بڑی حیرانگی کا اظہار کیا گیا اور بار بار سوال کیا گیا کہ آیا میری بیوی کی فنانشل کمشنر کی بیگم سے پہلے سے کوئی شناسائی ہے جس پر میری بیوی نے انہیں بتایا کہ نہیں کوئی ایسی بات نہیں بلکہ وہ تو پہلی مرتبہ انہیں ملی ہیں۔

باوجود انتہائی مصروفیت کے حضورؓ کچھ وقت بچوں اور عزیزوں کے لئے ضرور نکالتے۔ مجھے یاد ہے کہ حضورؓ سردیوں کے ایام میں عشاء کی نماز کے بعد خاندان کے بچوں کو اکٹھا کرکے انہیں کہانیاں سناتے۔ یہ کہانیاں کسی کتاب سے نہ ہوتیں بلکہ آپؓ انہیں تشکیل دے کر آگے بڑھاتے چلے جاتے۔ ان کہانیوں میں نصائح پنہاں ہوتے۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوتا تو بعض چھوٹے بچوں کو جو کہانی سنتے سنتے سو جاتے انہیں نوکر اٹھاکر گھر گھر چھوڑ آتے۔

تفریح کے لمحات

حضورؓ شکار کا شوق رکھتے اور گھر کے افراد اور دوستوں کے ساتھ کھانا پکانے کے مقابلہ میں شرکت فرماتے۔ ایک موقعہ پر آپؓ نے جماعت کے دوستوں کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ نہر کے ایک پل سے دوسرے پل تک تیرنے کے مقابلہ میں شرکت فرمائی۔ شرط یہ تھی کہ جس کا بھی پاؤں دانستہ یا نادانستہ زمین کو چھو جائے وہ ہاتھ کھڑا کرکے مقابلہ سے علیحدہ ہوتا جائے۔ جب حد مقررہ کے دوسرے پل پر پہنچے تو آپؓ کے ساتھ چند دوست ہی باقی رہ گئے تھے۔ ان مواقع پر حضورؓ ایک لمبی نیکر پہنا کرتے جو گھٹنوں تک آتی تھی۔

ایک عظیم منتظم

حضرت مصلح موعودؓ بڑے زیرک، دوراندیش اور انتہائی قابل منتظم تھے۔ جماعت کی موجودہ ہیئت اور انتظامی ڈھانچہ آپکی ہی جاری کردہ اصلاحات کا مرہون منت ہے۔ شوریٰ کا نظام، تین ذیلی اداروں کا قیام سندھ میں، جماعت کے لیے ایک بڑی اراضی کا بندوبست جو حضورؓ نے ایک خواب کی بنا پر خرید فرمائی تھی۔ تحریک جدید کا بیرون ملک تبلیغ اور احرار کی یلغار کے سامنے بندھ باندھنے کی غرض سے اجراء ـــ وہ چند سکیمیں ہیں جو آپؓ کی دوراندیشی اور زیرک قیادت کی آئینہ دار ہیں۔

جماعت کے ممبران میں امدادی کام اور محنت کی عظمت قائم کرنے کی غرض سے آپؓ نے وقار عمل کے ایام باقاعدہ طور پر منانے کا طریق رائج کیا جس میں جماعت کے تمام ممبران بلا استثناء عہدہ و امارت اپنے شہروں میں گڑھوں کو پر کرنا، سڑکوں کی مرمت، محلوں کی صفائی کے کاموں میں شرکت کرتے۔ مجھے اچھی طرح حضورؓ کو خود مٹی سے بھری ہوئی ٹوکریاں اٹھاکر مقررہ جگہ پر ڈالتے ہوئے دیکھنا یاد ہے۔ آپؓ کی ذاتی مثال تمام احباب کے لئے مہمیز کا کام دیتی اور مشعل راہ بنتی۔

ایک بہادر انسان

حضورؓ بڑے بہادر اور آہنی عزم کے مالک تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب آپؓ پر نماز کے دوران حملہ ہوا تو ڈی۔آئی۔جی پولیس نے اس سے پہلے کہ یہ خبر مشہور ہو جائے مجھے اطلاع کردی اور یہ بھی بتایا کہ گو آپکی حالت خطرہ سے باہر ہے مگر ربوہ سے تمام روابط منقطع کئے جاچکے ہیں اور پولیس کو ہر قسم کے حالات سے نبٹنے کے لئے الرٹ کردیا گیا ہے۔ میں نے فوری طور پر ڈاکٹر امیرالدین سے جو ماہر سرجن تھے رابطہ کیا مگر وہ یونیورسٹی کے امتحانات کی وجہ سے مصروف تھے اس لئے پھر دوسرے ماہر سرجن ڈاکٹر ریاض قدیر کو لے کر میں رات گئے لاہور سے ربوہ پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے دریں اثناء ابتدائی مرہم پٹی کردی ہوئی تھی مگر ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ حضورؓ کا زخم والا حصہ پھولا ہوا ہے اور تشخیص کی کہ کوئی رگ کٹ گئی ہے جس کی وجہ سے خون جمع ہو رہا ہے اس لئے فوری آپریشن کا فیصلہ کیا گیا جس کے لئے بیہوش کرنا ضروری تھا مگر حضورؓ نے انکار کیا کہ وہ بےہوشی کی دوا نہیں لیں گے اور ہوش کی حالت میں ہی آپریشن کیا جائے۔ آپریشن کے دوران حضورؓ نے کمال ہمت اور جرات کا مظاہرہ فرمایا۔ اس زخم کی وجہ سے آپکی صحت پر بہت برا اثر پڑا اور ایک لمبا عرصہ بیمار رہنے کے بعد جب آپؓ نے رحلت فرمائی تو ہم سب ربوہ میں موجود تھے۔ آپکی یہ لمبی بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی دکھائی دیتی ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہوگئی ورنہ آپؓ سے جماعت کو جو بےپناہ عقیدت اور لگاؤ تھا شاید وہ اس صدمہ سے بےحال ہو جاتی۔

حضورؓ تمام زندگی امت مسلمہ کی بہبود کے لیے سرگرم رہے۔ اور یہ حقیقت اب تاریخ کا حصہ ہے۔ شدھی کی تحریک سے لے کر کشمیریوں کی آزادی کی تحریک تک اور ادھر پھر ہجرت سے پہلے ہندوؤں کے عزائم کی بےنقابی کرنا۔ جب ایک ہندو نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک گستاخانہ مضمون لکھا تو آپؓ نے اس کے خلاف بڑے زور سے آواز اٹھائی اور تحریک چلائی جس کے نتیجہ میں حکومت اس کے خلاف کارروائی کرنے پر مجبور ہوگئی۔ آپؓ کے کارہائے نمایاں میں سیرۃ النبیؐ اور یوم پیشوایان مذاہب کو شایان شان طریق پر منانے کا پروگرام شامل ہے کہ غیر مذاہب کے سامنے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے تاکہ لاعلمی کی بنا پر کوئی آدمی ایسی بات نہ کرے جس سے اشتعال پیدا ہو اور پھر تمام پیشوایان مذاہب کے احترام کو قائم کرنے کی غرض سے انکی سیرت پر تقاریر ہوں تاکہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان مفاہمت اور بھائی چارہ بڑھے اور کشیدگی دور ہو۔

مختصر یہ کہ آپؓ ایک عظیم اور یکتا لیڈر تھے یہ تمام خوبیاں ایک انسان میں شاذ ہی اکٹھی ہوتی ہیں۔ آپؓ کی ذات ان تمام خوبیوں اور حسن کا مونہہ بولتا ثبوت تھی جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چالیس روزہ چلہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ اس پیشگوئی کی شوکت سے انسان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور یہ ایک پیشگوئی ہی ایک متلاشی کو ہدایت اور روشنی کی طرف لے جانے کے لئے کافی ہے۔

(یہ مضمون مکرم ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب صدر مجلس انصاراللہ امریکہ کی درخواست پر مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے انگریزی زبان میں تحریر فرمایا تھا جو مجلس انصاراللہ امریکہ کے رسالہ النخل کے بہار ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب نے کیا)

حضرت فضلِ عمرؓ کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر

واقعہ	تاریخ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کی ولادت باسعادت کی عظیم الشان خوشخبری (فضلِ عمرؓ)	۲۰ فروری ۱۸۸۶ء
ولادت باسعادت	۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ بروز ہفتہ گیارہ بجے شب بمقام قادیان
عقیقہ	۱۸ جنوری ۱۸۸۹ء
قرآن مجید ختم کرنے کی مبارک تقریب	۷ جون ۱۸۹۷ء
تعلیم الاسلام سکول میں داخلہ	۱۸۹۸ء
حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دستِ مبارک پر بیعت	
انجمن تشحیذ الاذہان کی بنیاد	۱۹۰۰ء
پہلی شادی (حضرت ام ناصر کے ساتھ)	نکاح ۱۹۰۲ء، شادی ۱۹۰۳ء
مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ میں شمولیت	جنوری ۱۹۰۶ء
رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء	مارچ ۱۹۰۶ء
مجلس انصار اللہ کا قیام	۱۹۱۱ء
اخبار الفضل کا اجراء	جون ۱۹۱۳ء
امامت ثانیہ کے بابرکت عہد کا آغاز	۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء
پہلی مجلس شوریٰ	۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء
لنڈن میں احمدیہ مشن کا قیام	اپریل ۱۹۱۴ء
سیلون اور ماریشس میں دعوتِ احمدیت	۱۹۱۵ء
منارہ کی تکمیل	دسمبر ۱۹۱۶ء
قرآن مجید کے پہلے پارہ کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت	۱۹۱۷ء
دنیا کے ۱۸ حکمرانوں کو دعوت احمدیت	۱۹۱۸ء
نظارتوں کے نظام کا قیام	۱۹۱۹ء
امریکہ اور افریقہ میں احمدیت کا آغاز	۱۹۲۱ء
مجلس مشاورت کا باقاعدہ آغاز	۱۹۲۲ء
احمدی مستورات کی لجنہ اماء اللہ کے نام سے تنظیم	۱۹۲۳ء
پہلا سفر یورپ اور لنڈن میں بیت الفضل کی بنیاد	۱۹۲۴ء
محکمہ قضاء کا اجراء	۱۹۲۵ء
احمدی مستورات کے جلسہ سالانہ کا آغاز	۱۹۲۶ء
نصرت گرلز سکول کا اجراء اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کا آغاز	۱۹۲۵ء / ۱۹۲۸ء
آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام اور اس کی صدارت	۱۹۳۱ء
تحریک جدید کا آغاز	۱۹۳۴ء
مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ کا قیام	۱۹۳۸ء
امامت ثانیہ کی سلور جوبلی کی عظیم الشان تقریب	۱۹۳۹ء
ہجری شمسی تقویم کا آغاز	۱۹۴۰ء
فضلِ عمر کا مصداق ہونے کا دعویٰ اور ہوشیارپور لدھیانہ۔ لاہور اور دہلی کے عظیم الشان جلسوں میں حضور کی معرکۃ الآراء تقریریں	۱۹۴۴ء
تعلیم الاسلام کالج کا قیام	۱۹۴۴ء
فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام	۱۹۴۶ء
دنیا کی آٹھ مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی تکمیل کا اعلان	۱۹۴۶ء
نئے مرکز ربوہ کا افتتاح	۱۹۴۸ء
جامعہ نصرت کا قیام	۱۹۵۱ء
حضور پر قاتلانہ حملہ	۱۹۵۴ء
قرآن کریم کے ڈچ ترجمہ کی اشاعت	؍؍
دوسرا سفر یورپ	۱۹۵۵ء
تحریک وقف جدید کا آغاز	۱۹۵۸ء
قرآن کریم کے جرمنی ترجمہ کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت	۱۹۵۹ء
امامت ثانیہ کے پہلے پچاس برس پورا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار تشکر اور دعائیں	۱۹۶۴ء

وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا

(محمود احمد ملک)

۱۸۸۶ء میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کے ہندوؤں کی طرف سے خاص نشان طلب کرنے پر اپنے رب کے حضور توجہ کی اور اس مقصد کے لئے الٰہی اشارہ پر خاص طور پر ہوشیار پور کا سفر بھی اختیار فرمایا اور وہاں چلہ کشی فرمائی اور خصوصی دعاؤں میں وقت گزارا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور آپؑ کو ایک ایسے فرزند کی بشارت عطا فرمائی جو نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی عاجزانہ دعاؤں کا زندہ اعجاز تھا بلکہ اس موعود فرزند کی اپنی زندگی بھی قبولیت دعا کے نشانات اور تعلق باللہ کے واقعات سے لبریز نظر آتی ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعاؤں کی قبولیت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے"۔ (منصب خلافت ص ۳۲)

چنانچہ قبولیت دعا کے اعجازی نشانات ہر دورِ خلافت میں ایک نمایاں شان کے ساتھ ظاہر ہوتے رہے اور سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ خلافت کے بھی بے شمار ایسے واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں جب دنیاوی حالات کے نامساعد ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے بندے کی تضرعات کو سنا اور قبولیت کا شرف عطا کیا اور اس طرح نہ صرف خلافت حقہ کے لئے اپنی تائید و نصرت کا ثبوت مہیا فرمادیا بلکہ پیشگوئی مصلح موعود کے عظیم الشان مضمون پر بھی مہر صداقت ثبت کر دی جس کے ہر ہر لفظ میں خدا خود بولتا ہوا نظر آتا ہے۔

ایک ایسا واقعہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قبولیت بخشی، یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت چودھری اسداللہ خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور ۱۹۲۸ء میں حصولِ تعلیم کے لئے برطانیہ تشریف لے گئے لیکن ماحول کے فرق کی وجہ سے طبیعت اس قدر بوجھل ہوئی کہ واپسی کی سیٹ بُک کروالی اور حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی سرزنش بھی آپ کے ارادہ کو تبدیل نہ کر سکی۔ لیکن روانگی سے چند روز قبل جب حضرت مصلح موعودؓ کا یہ پیغام پہنچا کہ اگر تعلیم حاصل کئے بغیر آگئے تو میں ناراض ہو جاؤں گا تو دل کی کایا پلٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۳ سالہ کورس ۲ سال میں مکمل کر لیا۔

حضرت چودھری اسداللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ کمرہ امتحان سے باہر آکر جب میں نے دوسرے طلباء کے ساتھ جوابات کا موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ میرا پرچہ اچھا نہیں ہوا چنانچہ میں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا تو حضورؓ نے جواباً فرمایا "میں دعا کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کامیاب فرمائے گا"۔ محترم چودھری صاحب نے حضورؓ کا یہ جواب نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی اپنے دوستوں کو دکھادیا چنانچہ جب نتیجہ نکلا تو آپ کے نمبر سب دوستوں میں زیادہ تھے۔

محترم چودھری اسداللہ خانصاحب اپنے ایک مضمون میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت کے واقعات بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ تقسیم ملک سے چند سال پہلے میں شدید بیمار ہوگیا اور پیشاب کی جگہ خون کے اخراج سے اس قدر کمزوری ہوگئی کہ پہلو بدلنا بھی ممکن نہ رہا۔ ایک دن حضرت مصلح موعودؓ عیادت کے لئے تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمایا "آپ کا جلسہ پر جانے کو تو جی چاہتا ہوگا؟"۔ میں نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا "وہ کون احمدی ہے جو جلسہ پر جانا نہ چاہے"۔ اس پر حضورؓ نے اپنی مبارک آنکھیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور حضورؓ کی گردن سے نہایت خوبصورت سرخی چہرہ کی طرف بڑھنی شروع ہوئی کہ حضورؓ کا چہرہ، گردن، پیشانی اور کان سرخ، خوبصورت اور چمکدار ہوگئے۔ حضورؓ نے شہادت کی انگلی سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "آپ انشاء اللہ ضرور جلسہ پر آئیں گے"۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حضورؓ تشریف لے گئے تو مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ پیشاب کیا تو اس میں ذرہ بھر بھی خون کی آلائش نہیں تھی۔ اس کے بعد میں تیزی سے روبہ صحت ہوا اور جلسہ سے تین چار روز قبل ہی قادیان میں حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا کا ایک ایمان افروز واقعہ ڈھاکہ کے محترم فیض عالم صاحب کا بیان کردہ ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان کی اہلیہ ایک لاعلاج نسوانی مرض میں مبتلا تھیں اور ہر قسم کے علاج کے باوجود مرض بڑھتا ہی جارہا تھا حتی کہ زندگی سے بھی مایوسی ہوگئی۔ آخر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعائیہ خط لکھ کر حالات عرض کئے تو حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا "اچھی ہو جائے گی"۔ اسی دوران ان کی اہلیہ نے بھی خواب میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "دعا کو دوا کے طور پر استعمال کرتی جاؤ"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے (ڈاکٹروں کے نزدیک ایک لاعلاج) بیماری سے انہیں کامل صحت ہوگئی اور اولاد بھی عطا ہوئی۔

جس طرح خلیفہ وقت کا وجود زمین کے کسی خاص حصے سے تعلق رکھتے ہوئے بھی ساری دنیا کے لئے برکات اور فیوض کا منبع ہوتا ہے اسی طرح خلیفہ وقت کی دعائیں بھی ساری دنیا کے انسانوں کے لئے یکساں شرف قبولیت پاتی نظر آتی ہیں۔ مصر کے ایک مخلص احمدی محترم عبدالحمید خورشید آفندی صاحب ۱۹۳۸ء میں ۴۰ روز کے لئے قادیان آئے اور حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا

کہ میں دس بارہ سال سے شادی شدہ ہونے کے باوجود اولاد سے محروم ہوں۔ حضورؓ نے دعا کرنے کا وعدہ کیا اور جب کچھ روز بعد آفندی صاحب دوبارہ حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؓ نے فرمایا "میں نے آپ کے لئے دعا کی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا کرے گا"۔ کچھ عرصہ قادیان میں مزید قیام کے بعد آفندی صاحب واپس مصر چلے گئے تو ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بلاد عربیہ کے پہلے مربی سلسلہ کے نام پر جلال الدین رکھا گیا۔ پھر دوسرا لڑکا شمس الدین اور ایک لڑکی عائشہ پیدا ہوئی۔ عزیزم جلال الدین جو خدام الاحمدیہ قاہرہ کے سیکرٹری اور ملک کے ایک قابل فخر وجود بھی تھے صرف ۲۲ سال کی عمر میں وفات پاگئے اور اس قومی نقصان پر مصر کے صدر جمال عبدالناصر نے بھی اپنا تعزیتی پیغام بھجوایا تھا۔ گویا دعا کی برکت سے نہ صرف اولاد عطا ہوئی بلکہ اپنے معاشرے میں نمایاں مقام حاصل کرنے والی اولاد اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا کی اسی شان کا ایک واقعہ محترم چودھری ظہور احمد صاحب مرحوم سابق ناظر دیوان یوں بیان کرتے ہیں کہ قادیان کے قریب ایک گاؤں بھاگی ننگل میں ایک شخص پھمن سنگھ رہتا تھا جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے محترم چودھری صاحب کے والد حضرت منشی امام الدین صاحبؓ سے کہا کہ میرے لئے حضرت صاحب (سیدنا حضرت مصلح موعودؓ) سے دعا کروائیں کہ خدا مجھے لڑکا دے دے، اگر مرزا صاحب سچے ہوں گے تو میرے ہاں اولاد ہو جائے گی۔ حضرت منشی صاحب نے قادیان آکر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تو حضورؓ نے فرمایا "میں دعا کروں گا اور انشاء اللہ اس کے ہاں اولاد ہوگی"۔ چنانچہ کچھ عرصے بعد اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جو بعد میں میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے والا اپنے گاؤں کا پہلا شخص بنا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی پاکیزہ حیات اس قسم کے واقعات سے لبریز نظر آتی ہے جن کے پیچھے مضبوط تعلق باللہ اور خدا تعالیٰ کی خاص نصرت ظاہر ہوتی ہے۔ حضورؓ نے خود یہ واقعہ بیان فرمایا کہ "جب چودھری فتح محمد صاحبؓ ولایت سے آئے تو ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے ان کی آنکھوں کو دیکھا اور بتایا کہ بائیں آنکھ کا بچنا تو قریباً محال ہے اور دائیں بھی خراب ہو رہی ہے۔ مجھے اس سے قلق پیدا ہوا کہ چودھری صاحب کام کے آدمی ہیں۔ میں نے دعا کی تو رات خواب میں ایک شخص نے کہا کہ ان کی آنکھ تو اچھی ہے۔ صبح میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ خواب بتایا تو انہوں نے معائنہ کر کے کہا کہ مرض ایک بٹا تین رہ گیا ہے"۔...... حضرت چودھری فتح محمد صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ اس سے پہلے میری آنکھ میں چنے کے برابر زخم ہو گیا تھا اور ہر ایک دوا مضر پڑتی تھی لیکن حضورؓ کی دعا سے ہر ایک دوا مفید ہونے لگی اور اب اس آنکھ کی نظر دوسری سے تیز ہو گئی ہے۔

مذکورہ واقعہ میں کئی دیگر پہلوؤں کے علاوہ یہ بات بھی نمایاں ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں حضرت چودھری فتح محمد صاحبؓ کے لئے دعا کرنے کے جذبے کی بنیادی وجہ حضرت چودھری صاحبؓ کی خدمات دینیہ تھیں۔ پس یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ خلیفہ وقت کی دعاؤں کے حصول اور ان کی قبولیت کو تیز تر کرنے کے لئے دعاؤں کے طالب شخص کا دینی خدمات کے لئے کمربستہ ہونا ایک اہم امر ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی زبان مبارک سے ایک اور واقعہ تاریخ میں یوں محفوظ ہے کہ "...... ڈاکٹر مطلوب خان صاحب کی موت کی خبر سرکاری طور پر آگئی تھی۔ اس سے چند روز پہلے ان کے والدین یہاں آئے تھے اور بہت ضعیف تھے...... چونکہ موت کی خبر آچکی تھی، دعا تو کیا ہوتی کرب ضرور ہوا۔ رات خواب میں دیکھا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے۔ دوسرے دن اس کا ذکر احباب سے کر دیا۔ چند روز بعد ڈاکٹر مطلوب خاں کا خط آگیا کہ میرے متعلق غلط فہمی ہو گئی تھی، میں مرا نہیں تھا بلکہ دشمن مجھ کو پکڑ کر لے گئے تھے"۔

مکرم عبدالمومن صاحب کے والد محترم نے جب احمدیت قبول کی تو آپ کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور دینی مدرسہ سے اٹھوا کر گھر میں بند کر دیا گیا۔ جلد ہی آپ نے اپنے علاقے کو خیرباد کہہ دیا اور بہت تکالیف اٹھاتے ہوئے قادیان پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپکو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ تو وفات پاچکے ہیں...... لیکن اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعے یہ تسلی بھی دی کہ اگر تم حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں دیکھ سکے تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو تو دیکھ لیا ہے۔......

مکرم عبدالمومن صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پہلی بار نومبر ۱۹۴۹ء میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کرتے ہوئے کہ میں بحریہ میں سیلر (Sailor) ہوں، خدمت اقدس میں دعا کی درخواست کی۔ حضورؓ نے دریافت فرمایا "پروموشن کہاں تک ہو سکتی ہے؟"۔ عرض کیا "لیفٹیننٹ کمانڈر تک"...... ان دنوں بحریہ کی وسعت کے لحاظ سے ترقی بہت کم ملا کرتی تھی لیکن حضورؓ کی دعاؤں کی قبولیت کا یہ نشان تھا کہ آپ لیفٹیننٹ کمانڈر بن کر ریٹائرڈ ہوئے۔...... مکرم عبدالمومن صاحب نے ایک اور مخلص احمدی محمد زین الدین صاحب سے براہ راست سنا ہوا ایک ایمان افروز واقعہ یوں بیان کیا کہ مکرم زین الدین صاحب سیلون کو ٹیکسٹائل بر آمد کرنے کا کاروبار کرتے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں جب آپ اپنا مال لے کر جنوبی ہندوستان کی ایک بندرگاہ تک پہنچے تو آپ کو یہ معلوم کر کے شدید صدمہ ہوا کہ مال بردار جہازوں کو جنگی مقاصد کے لئے طلب کر لیا گیا ہے اور سیلون کے لئے جہاز رانی بند ہو گئی ہے۔ اس اطلاع کا مطلب تھا کہ آپ کا کاروبار ٹھپ ہو جاتا۔ آپ نے شدید پریشانی میں حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے ٹیلی گرام ارسال کیا۔ اگلے روز بذریعہ ٹیلی گرام حضورؓ کا جواب موصول ہوا "آپ کا سامان سیلون پہنچ چکا ہے"۔ آپ فوراً بندرگاہ پہنچے اور اپنے سامان کی بابت معلوم کیا تو متعلقہ افسر نے بتایا کہ ایک جہاز جو سمندر میں تھا اور اس کا ہمیں علم نہیں تھا، وہ جیسے ہی بندرگاہ سے لگا، ہم نے سامان اس پر لاد دیا اور وہ اب سیلون پہنچ گیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا کا ایک نشان اس وقت ظاہر ہوا جب قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصے بعد ۱۹۴۸ء کے انتہائی کٹھن حالات میں حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ جو بطور ناظر اعلیٰ خدمات سرانجام دے رہے تھے دل کے شدید حملے کا شکار ہوئے۔ یہ حملہ ایسا شدید تھا کہ ڈاکٹر زندگی سے ناامید ہو گئے۔ ایسے میں حضرت مصلح موعودؓ بہت رقت اور درد سے اللہ کے حضور دعاؤں میں مصروف تھے۔ حضرت نواب صاحبؓ کا دل ساقط ہو چکا تھا اور زندگی کے آثار تقریباً ختم ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دعائیں قبول کیں اور زندگی کی رو پھر سے چلنی شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ ایسا دورہ قلب ہم نے کتابوں میں تو پڑھا ہے لیکن اس کا مریض پہلی بار زندگی میں دیکھا ہے۔ چنانچہ اس دورے کے بعد ایک لمبا عرصہ تک حضرت نواب صاحبؓ کو خفیف

حرکت کی اجازت بھی نہیں تھی۔ کئی بار حالت خطرناک ہوئی اور ہر بار اللہ تعالیٰ نے دعاؤں سے نازک وقت ٹال دیا۔ حتیٰ کہ کئی ماہ بعد آپؓ قدم اٹھانے کے قابل ہوئے اور پھر تیرہ سال تک معجزانہ طور پر صحتمند زندگی گزاری۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا کے اعجازی واقعات آپؓ کے تعلق باللہ کا عظیم الشان ثبوت ہیں۔ چنانچہ بے شمار ایسے واقعات بھی نظر آتے ہیں جب کسی نے حضورؓ کی خدمت میں کسی خاص مقصد کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہوئے ابھی خط لکھا ہی تھا یا لکھنے کا قصد ہی کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سائل کی مشکلات دور ہونی شروع ہو گئیں۔ مکرم محمد رفیع صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں ان کا بچہ خونی پیچش سے ایسا بیمار ہوا کہ ڈاکٹر عاجز آگئے اور بچہ چند گھڑیوں کا مہمان دکھائی دینے لگا۔ تب میں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے تار دیا اور اسی وقت سے بچے کو صحت ہونے شروع ہو گئی اور چند روز میں وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

مکرم غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر روزنامہ 'الفضل' قادیان کا بیان ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ۳۱؍دسمبر ۱۹۱۴ء کو میرا نکاح پڑھا۔ اس کے بعد کئی سال تک میرے ہاں اولاد نہ ہوئی اور نہ میں نے حضورؓ کو درخواستِ دعا کی کہ حضور کو تو معلوم ہی ہے۔ لیکن ۲۲؍مئی ۱۹۲۲ء کو حضورؓ کا ایک مکتوب شائع ہوا جس میں درج تھا کہ:

۱۔ انسان کو دعا پر مخفی طور پر یقین نہیں ہوتا، وہ خود تو بعض دفعہ دعا کر لیتا ہے مگر دوسرے کو کہتے ہوئے اباء کرتا ہے۔

۲۔ کبھی دوسرے کو دعا کی تحریک مخفی تکبر کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔

۳۔ کبھی شیطان اس کے متعلق دھوکہ دے دیتا ہے جس سے انسان دعا کروانا چاہتا ہے کہ میں ایسا مقبول نہیں کہ کوئی میرے لئے دعا کرے یا میں اس کے وقت کو کیوں ضائع کروں۔

۴۔ شامتِ اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جس کو فوائد سے محروم رکھنا چاہے تو اس کی توجہ اس شخص سے پھیر دیتا ہے جس سے وہ اپنے مطلب کو حاصل کر سکتا ہے ...... اور اگر پہلے امور میں سے کوئی وجہ نہیں تو آخری ضرور ہے۔

مکرم غلام نبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ خط پڑھ کر میں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں شادی کے ساڑھے آٹھ برس بعد لڑکی سے نوازا۔

حضرت چوہدری غلام حسین صاحب کا بیان ہے کہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے اکثر حالات جو ابھی سربستہ راز ہوتے ہیں حضرت صاحبؓ پر کھولے جاتے ہیں۔ ...... میں نے ہر آڑے وقت میں حضرت مصلح موعودؓ سے رجوع کیا اور جتنا جلد ہو سکا دعا کے لئے لکھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے اس محبوب کی ایسی خاطر منظور ہے کہ ادھر لفافہ لیٹر بکس میں گیا اور ادھر مشکل حل ہونی شروع ہوئی۔

خلافت احمدیہ کے ساتھ قبولیت دعا کا مضمون ہمیشہ نمایاں شان سے وابستہ رہا ہے اور دراصل یہ ایک ایسا دوہرا رشتہ ہے کہ ایک طرف خلیفہ وقت کی دعائیں مومنوں کے حق میں قبول کی جاتی ہیں تو دوسری طرف مومنوں کی دعائیں خلافت سے پختہ تعلق کی بناء پر پایہ قبولیت کو پہنچتی ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس طرح بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے بھی یہی دیکھا تھا اور آئندہ بھی یہی ہوگا کہ اگر کسی احمدی کو منصب خلافت کا احترام نہیں ہے، اس سے سچا پیار نہیں ہے، اس سے عشق اور وارفتگی کا تعلق نہیں ہے اور صرف اپنی ضرورت کے وقت وہ دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اس کی دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ یعنی خلیفہ وقت کی دعائیں اس کے لئے قبول نہیں کی جائیں گی۔ اُسی کے لئے قبول کی جائیں گی جو اخلاص کے ساتھ دعا کے لئے لکھتا ہے اور اس کا عمل ثابت کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے عہد پر قائم ہے کہ جو نیک کام آپ مجھے فرمائیں گے ان میں میں آپ کی اطاعت کروں گا ...... اگر وہ خلافت سے ایسا تعلق رکھتا ہے اور پوری وفاداری کے ساتھ اپنے عہد کو نبھاتا ہے اور اطاعت کی کوشش کرتا ہے تو اس کے لئے بھی دعائیں سنی جائیں گی بلکہ اُن کی دعائیں بھی سنی جائیں گی۔ اس کے دل کی کیفیت ہی دعا بن جایا کرے گی۔" (الفضل ربوہ ۲۷؍جولائی ۱۹۸۲ء)

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خلافت کے ساتھ حقیقی تعلق کا ادراک حاصل کر کے اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلی پیدا کر سکیں۔

نماز تہجد

○ نماز با جماعت کے علاوہ آنحضور ﷺ باقاعدگی سے نوافل اور نماز تہجد کا التزام فرمایا کرتے تھے۔ جب سب دنیا سو رہی ہوتی آپؐ اپنے بستر کو چھوڑ کر بے قرار دل کے ساتھ اپنے خالق و مالک اور محبوب ازلی کے حضور حاضر ہو جاتے۔ اور اپنی مناجات پیش کرتے۔ گویا دربار خاص لگ جاتا جس میں آپؐ ہوتے اور سامنے آپ کا رب ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب جو بڑی برکت اور بڑی شان والا ہے ہر رات جب اس کا ایک تہائی حصہ باقی رہتا ہے اس دنیاوی آسمان پر نازل ہوتا ہے۔ اور یہ اعلان کرتا ہے۔

'کون ہے جو مجھے پکارے کہ میں اسے جواب دوں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تا میں اسے عطا کروں' اور کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تا میں اسے بخش دوں۔

(مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الترغیب فی الدعا والذکر فی آخر اللیل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اس قدر دعائیں کرتے اور اس قدر لمبی نماز پڑھتے کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ بعض دفعہ کھڑے کھڑے آپؐ کے قدم متورم ہو جاتے اور پھٹنے لگتے۔

(بخاری کتاب التہجد)

ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے!

(منیر احمد بانی - کلکتہ)

تصورات کی دنیا حدود و قیود سے آزاد اور بلند ہوتی ہے۔ میرا تخیل مجھے آج خدا تعالیٰ کے دربار میں لے گیا۔ یہاں وہ احباب حاضر ہیں جنھوں نے حضرت المصلح الموعودؓ کا زمانہ پایا۔ آپؓ کی صحبت نصیب ہوئی۔ اور آپؓ کے روح پرور خطابات اور تقاریر سے محظوظ ہوتے رہے۔ اس جماعت کی کسی حقیر خدمت پر خدا تعالیٰ خوشی کا اظہار فرماتا ہے۔ اور اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ آج مانگو! جو مانگنا ہے تو میری چھٹی حس کہتی ہے کہ مومنین کے اس طائفہ کی مشترکہ درخواست اور متفقہ میمورنڈم یہی ہوگا کہ مولیٰ کریم! پروردگار! ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دے۔ قادیان کی وہی راتیں ہوں اور المصلح الموعودؓ کی وہی باتیں ہوں۔ وہی مجلس عرفان اور وہی روحانیت کا انتشار!!!

خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق حضرت المصلح الموعودؓ کو لاکھوں عشاق عطا فرمائے لیکن یہ خاکسار جب حضورؓ پر عاشق ہوا تو میری عمر صرف پانچ سال تھی۔ اخبار الفضل اور دوسرے دینی رسائل ہماری دکان پر آتے تھے۔ والد صاحب مرحوم (میاں محمد صدیق صاحب بانی) شام کو گھر آتے تو ان اخبارات ورسائل سے حضورؓ کا کلام معرفت اور احباب جماعت کو نصائح آسان زبان میں بچوں کے ذہن نشین کراتے۔ والد صاحب کی حضور سے باقاعدہ خط وکتابت تھی۔ اکثر وبیشتر جواب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا لکھا ہوا موصول ہوتا تھا۔ لیکن کبھی کبھار حضورؓ اپنے ہاتھ سے بھی خط رقم فرماتے۔ انسان کی فطرت میں خدا تعالیٰ نے یہ بات رکھ دی ہے کہ جب کسی ان دیکھی شخصیت کا ذکر اس کے سامنے کیا جائے تو اس شخصیت کی خوبیوں کی مناسبت سے ایک خیالی تصویر اس کے ذہن پر نقش ہو جاتی ہے۔ حضورؓ کی روزانہ تعریف و توصیف سن کر میں گویا غائبانہ عاشق ہو گیا اور میرے دل و دماغ پر ایک انتہائی حسین و جمیل شخصیت کے نقوش ابھر آئے۔

۱۹۳۹ء کا جلسہ سالانہ سلور جوبلی کا جلسہ تھا۔ بچے بھی اس موقعہ پر قادیان جانے کے لئے بضد ہوئے۔ اس زمانہ میں جلسہ کی برکات اور فوائد کا تو علم نہ تھا قادیان جانے کا مقصد صرف حضورؓ کا دیدار حاصل کرنا تھا۔ جلسہ سالانہ کے پہلے روز سردی بڑی شدت کی تھی اس لئے کسی قدر تاخیر سے جلسہ گاہ میں پہنچے۔ سٹیج سے بہت دور جگہ ملی۔ حضورؓ افتتاحی تقریر کے لئے سٹیج پر رونق افروز تھے۔ اور کوئی دوست درِّثمین سے "محمود کی آمین" کے یہ اشعار بڑی خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے ؎

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُرنور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

بچپن اور سٹیج سے دُوری کے باعث میں حضورؓ کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ اشتیاق اور بڑھ گیا۔ بالآخر وہ مبارک گھڑی آن پہنچی۔ غالباً مدرسہ احمدیہ کے چوک میں بنگال کی تمام جماعتیں ایک لمبی قطار میں ایستادہ تھیں۔ حضورؓ نے باری باری سب کو شرف مصافحہ بخشا۔ جب ہماری باری آئی تو والد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے حضورؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس وقت خاکسار نے پہلی دفعہ حضورؓ کے دیدار سے آنکھیں روشن کیں۔ میں نے اپنے دماغ میں حضور کا جو تصور قائم کر رکھا تھا اس سے کہیں زیادہ حسین و جمیل! مصافحہ سے ایک بجلی کی رَو میرے بدن سے گزر گئی۔ خاکسار شعور کے پختہ ہونے تک بجلی کی اس رَو پر حیران رہا لیکن کبھی کسی سے ذکر نہ کیا۔ بعد ازاں بہت سے بزرگان سے ایسے واقعات سنے اور کتابوں میں پڑھا کہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں اور روحانیت سے معمور شخصیتوں کا لمس حاصل ہونے پر بعض دفعہ بجلی کی سی رَو بدن سے گزرتی ہے جس کی لذت صرف محسوس کی جا سکتی ہے۔ تحریر و تقریر اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ ۱۹۴۱ء میں ہمارا خاندان قادیان آبسا۔ حضورؓ کی خدمت میں کئی دفعہ حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہر ملاقات کے دل پر گہرے نقوش ثبت ہیں۔ چند ذاتی مشاہدات اور یادیں ہدیہ قارئین ہیں:

(۱)

قادیان میں حضرت ام طاہرؓ کا وجود سراپا شفقت و محبت تھا۔ ان سے ملنے والی ہر خاتون یہی سمجھتی تھی کہ آپؓ سب سے زیادہ مجھ سے ہی محبت کرتی ہیں۔ والدہ صاحبہ کو انہوں نے اپنی بیٹی بنایا ہوا تھا۔ والدہ صاحبہ کے ہمراہ ہم بچے بھی ہفتہ میں دو تین بار حضرت مرحومہؓ کے ہاں جاتے۔ اکثر حضرت المصلح الموعودؓ بھی وہاں تشریف فرما ہوتے۔ گھریلو ماحول میں انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ عام طور پر خدارسیدہ بزرگان کے بارہ میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ بہت خشک اور خاموش ہوتے ہونگے۔ لیکن حضرت المصلح الموعودؓ سے زیادہ زندہ دل شخصیت میں نے نہیں دیکھی۔ آپ اکثر اپنی بات کی وضاحت کے لئے دلچسپ لطائف بیان فرماتے جو کہ میں گھر آکر اپنی نوٹ بک پر درج کرتا۔ ایک دن ہم بہن بھائیوں نے حضرت امّ طاہر سے درخواست کی کہ حضورؓ کا کوئی تبرک عنایت فرمادیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور قصر خلافت میں ہیں۔ خود جاکر مانگ لو۔ چنانچہ ہم تینوں چلے گئے۔ حضورؓ اپنے کمرہ میں فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور کسی کتاب کا مطالعہ فرمارہے تھے۔ السلام علیکم عرض کرنے پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور اتنے تپاک اور شفقت سے حال دریافت فرمایا کو گویا حضورؓ ہمارا ہی انتظار فرما رہے تھے۔ پوچھا بچو! کیسے آنا ہوا؟ ہم نے مدعا عرض کیا کہ کوئی تبرک عنایت فرمائیں۔ حضورؓ نے ریفریجیریٹر سے تین عدد عمدہ سیب نکال کر دئے اور خود پھر کتاب پڑھنے میں منہمک ہوگئے۔ ہم بھائیوں نے وہیں بیٹھ کر سیب کھالئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؓ کی توجہ ہماری طرف ہوئی تو فرمایا بچو! اب کیوں بیٹھے ہو۔ خاکسار نے عرض کیا کہ تبرک کے لئے درخواست کی تھی۔ حضورؓ زیر لب مسکرائے اور فرمایا جو سیب کھائے ہیں وہ کیا تھا؟ بچپن کی سادگی تھی ہم نے عرض کیا وہ تو ہم نے کھا لئے۔ کوئی ایسی چیز دیں جو ہمارے پاس رہے۔ اس پر حضورؓ نے تین خوبصورت رُومال عنایت فرمائے۔ اور ہم اجازت لے کر چلے آئے۔ ۱۹۴۶ء کے فسادات میں کلکتہ میں ہمارا مکان جل گیا تو ان تبرکات سے ہم محروم ہوگئے۔ لیکن اپنے محبوب کے مقدس ہاتھوں سے جو سیب کھائے تھے ان کی لذت اور شیرینی تادم واپسیں نہ بھولے گی!!

(۲)

ایک دن والدہ صاحبہ کے ہمراہ حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے والدہ صاحبہ سے تحریک جدید میں شمولیت کے تعلق سے دریافت فرمایا۔ والدہ صاحبہ نے بتایا کہ میں اور سیٹھ صاحب ۱۹۳۴ء سے ہی اس تحریک میں بفضلہٖ تعالیٰ شامل ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ دونوں کے متعلق مجھے علم ہے میں بچوں کے بارہ میں پوچھ رہا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے اپنے تین لڑکوں اور دو بچیوں کی طرف سے دس روپیہ سالانہ کے حساب سے دس سال کے لئے مبلغ پانصد روپے وہیں ادا کئے۔ حضورؓ نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ دفتر تحریک جدید قصر خلافت کے قریب ہی تھا۔ رقم آپؓ نے وہاں بھجوا دی۔ اور دو تین روز بعد حضورؓ کے دستخطوں سے مزیّن دس سالہ سرٹیفکیٹ ہم پانچ بہن بھائیوں کو خود عنایت فرمائے۔ اور حضورؓ کی اس مہربانی سے ہم پانچوں اب دفتر اوّل کے مجاہدین میں شامل ہیں۔

(۳)

۱۹۴۳ء میں والد صاحب نے ارادہ کیا کہ قادیان میں اپنا مکان خرید لیں۔ مختلف محلہ جات میں مکانات دیکھے بالآخر محلہ دارالبرکات میں ایک نیا تعمیر شدہ مکان پسند آیا۔ یہ اس وقت مکرم شیخ فضل حق صاحب ریلوے گارڈ کی ملکیت تھا۔ گارڈ صاحب نے کہا میں نے بڑے شوق سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے یہ مکان بنوایا تھا۔ کسی خانگی ضرورت کے پیش نظر فروخت کرنا پڑ رہا ہے۔ قیمت فروخت انہوں نے بارہ ہزار بتلائی لیکن یہ شرط رکھی کہ کسی سے مکان کی فروختگی کا ذکر نہ کریں۔ دو دن تک مجھے Yes یا No بتلا دیں۔ والد صاحب نے کہا مجھے قادیان میں مکان وغیرہ کی قیمتوں کا مطلقاً اندازہ نہیں ہے۔ آپ اجازت دیں۔ میں صرف حضرت صاحبؓ سے مشورہ کروں گا۔ چنانچہ والد صاحب مرحوم خاکسار کو ہمراہ لے کر حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات بیان کی۔ حضور نے فرمایا گارڈ صاحب کی بیٹی احمدی بیگم کی شادی ہوئی تھی تو میں بھی اس مکان میں گیا تھا۔ بڑے ہال کمرہ میں مہمانوں کو بٹھایا گیا تھا۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ اس ہال کمرہ کے چاروں کونوں پر اتنے رقبہ کے چار کمرے ہیں۔ حضور نے دو منٹ انگلیوں پر حساب کیا اور فرمایا کہ گارڈ صاحب نے یہ مکان ایک سال قبل بنوایا تھا میرے اندازے کے مطابق ان کی لاگت اس مکان پر پونے گیارہ ہزار روپے ہے۔ اس لحاظ سے بارہ ہزار بہت مناسب قیمت ہے۔ ہم لوگ واپس گارڈ صاحب کے یہاں آئے اور مکان کا سودا طے کر کے بیعانہ دے دیا۔ والد صاحب نے گارڈ صاحب سے کہا کہ سودا تو ہو گیا۔ اب آپ کے یہ بتلانے میں کچھ حرج نہیں ہے کہ یہ مکان بنوانے پر آپ کا کتنا خرچ آیا۔ گارڈ صاحب نے بتلایا قریباً پونے گیارہ ہزار۔ اس پر والد صاحب نے گارڈ صاحب کو حضورؓ کے ساتھ اپنی گفتگو تفصیل کے ساتھ سنائی۔ سارے موجود الوقت احباب بہت ہی خوش ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی میں درج ہے "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"۔ والد صاحب نے بتلایا میں کلکتہ میں بڑے بڑے انجینئروں سے مکانات کی مالیت کے اندازے لگواتا ہوں۔ مہینوں کی مغزماری کے بعد بھی ان کا تخمینہ اکثر غلط ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی کتنی شان سے پوری ہوئی کہ حضور نے قصر خلافت میں ہی بیٹھ کر صرف دو منٹ میں مکان کی مالیت کا کس قدر صحیح اندازہ بتلا دیا۔

(۴)

خاکسار نے ۱۹۴۸ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ان دنوں حضرت المصلح الموعودؓ کا قیام رتن باغ لاہور میں تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کی وجہ سے انتہائی بے سروسامانی کا عالم تھا۔ حضورؓ کے تفکرات کئی چند ہو چکے تھے۔ لیکن ان ایام میں ایسے حالات میں بھی طلبہ پر حضورؓ غیر معمولی شفقت کا اظہار فرماتے۔ تعلیم الاسلام کالج میں جب بھی کوئی تقریب منعقد ہوتی تو حضورؓ اکثر تشریف لا کر خطاب سے نوازتے۔ طلباء اگر حضور سے ملاقات کی غرض سے رتن باغ جاتے تو میرا تاثر یہ ہے کہ غالباً پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایت تھی کہ طلبہ کا خاص خیال رکھا جائے اور اکثر و بیشتر انہیں ملاقات کا وقت دیا جائے۔ ۱۸؍ ستمبر ۱۹۴۹ء کو طلبہ کا ایک وفد پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب کی قیادت میں حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؓ قالین پر تشریف فرما تھے۔ ہم بھی حضورؓ کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئے۔ طلبہ نے اپنی اپنی نوٹ بکیں پیش کیں۔ حضورؓ نے ان پر نصائح لکھ کر دیں۔ خاکسار کی ڈائری پر رقم فرمایا:

"تقویٰ، تقویٰ اور تقویٰ اور پھر محنت عزم اور ایثار"۔ مرزا محمود احمد"

اس وفد میں مکرم مبارک احمد صاحب مدراسی: (حال پروفیسر سرینگر) بھی شامل تھے۔ ان کی کاپی پر حضورؓ نے رقم فرمایا:

"فضولیات سے پرہیز کرو"

بعد ازاں حضورؓ نے طلبہ کو نصائح سے نوازا کہ آپ کو بے حد محنت کی ضرورت ہے۔ حالات سرعت سے بدل رہے ہیں۔ پاکستان میں احمدیت کی مخالفت بہت تیز ہو جائے گی۔ اگر کسی وقت بھی جماعت بے سر ہو جائے تو ہر شخص اپنے آپ کو ستون سمجھے۔ اور جماعت کو منتشر ہونے سے بچائے۔ (اپنی ڈائری سے اقتباس)

(۵)

۱۹۴۴ء میں اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضورؓ کو بتلایا کہ آپؓ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ یوں تو منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سے ہی حضورؓ کی تقاریر اور خطبات مسحور کن ہوتے تھے لیکن اس انکشاف کے بعد تو حضورؓ کے جلال و جمال پر گویا نکھار آ گیا۔ والد صاحب مرحوم ہر سال ایک دو ماہ کے لئے قادیان آیا کرتے تھے۔ اور قادیان کے روحانی ماحول اور برکات پر فدا تھے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ مُغل شہنشاہ شاہجہان کا یہ قول لال قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں کندہ ہے کہ ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است

روحانی اعتبار سے مذکورہ شعر کی مصداق صرف قادیان کی مقدس سرزمین ہے، روحانیت کا سمندر ہے جس میں ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق غوطہ زن ہوتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔ کلکتہ سے دو ماہ کے لئے قادیان آتا ہوں تو دل پر لگے ہزار ہا زنگ چھوٹ جاتے ہیں اور قادیان کی محبت ایک مقناطیسی کشش اپنے اندر رکھتی ہے۔ بقول شاعر ؎

نہ ہم کشمیر میں جائیں نہ دل شملہ میں بہلائیں!
موافق آ گئی آب و ہوائے قادیاں اچھی

۱۹۴۴ء میں جب والد صاحب آئے تو جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے حضورؓ کا جلال و جمال کئی گنا Multiply ہو چکا تھا۔ روزانہ ہم لوگ مجلس علم و عرفان

میں حاضر ہوتے اور اکثر رات دس گیارہ بجے واپس گھر آتے۔ والد صاحب ایسے مسحور ہوئے کہ انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کاروبار چھوڑ کر قادیان میں ڈھونی رما کر بیٹھ جائیں گے۔ آپ کا کہنا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اتنی دولت سے نوازا ہے کہ میری تین چار پشتوں کے لئے کافی ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا لیکن یہ امر میرے اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ میری انتہائی خوش قسمتی اور خوش بختی ہے کہ چنیوٹ کی سنگلاخ زمین میں پیدا ہونے کے باوجود مجھے مامور زمانہ پر ایمان لانے کی توفیق ملی۔ اور میں اس موعود کی روحانیت سے مستفید ہوا جو حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی نظیر ہے۔ یہ شعر اکثر آپ کے وردِ زبان رہتا کہ ؎

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

والدہ صاحبہ کئی وجوہات سے اس پروگرام کی سخت مخالف تھیں۔ گھر کی فضا ہفت عشرہ بہت کشیدہ رہی۔ مذکورہ پروگرام کی موافقت اور مخالفت میں روزانہ ہی دلچسپ مباحثہ ہوتا۔ والد صاحب کئی واقعات سناتے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فلاں فلاں صحابی کو اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو ارشاد فرمایا کہ قادیان آکر سکونت اختیار کرو۔ والدہ صاحبہ کی دلیل تھی کہ ایک لحاظ سے تو قادیان میں ہی آپ کی سکونت ہے۔ مکان خرید لیا ہے۔ بال بچے یہاں کے روحانی ماحول میں پرورش پا رہے ہیں لیکن بچوں کا مستقبل اس امر کا متقاضی ہے کہ آپ کاروبار کو خیر باد نہ کہیں۔ والدہ صاحبہ کا کہنا تھا کہ خدا تعالیٰ کے فرستادے اور خلفاء، روحانی طبیب ہوتے ہیں۔ ہر مریض کی علیحدہ تشخیص فرما کر اس کے مناسب حال نسخہ تجویز فرماتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے کسی صحابی کو نصیحت فرمائی کہ سب سے بڑی نیکی ماں باپ کی خدمت کرنا ہے۔ کوئی اگر عبادت میں کمزور تھا تو اس کے مناسب حال یہ نسخہ تجویز فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی نمازوں کی بروقت ادائیگی ہے۔ کسی کو جھوٹ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن آپس کے بحث مباحثہ سے مفاہمت نہ ہو سکی بالآخر یہ طے پایا کہ حضرت المصلح الموعودؓ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ والد صاحبؓ اور والدہ صاحبہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضورؓ کی ہدایت کے دونوں پابند ہوں گے۔ والد صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

والدہ صاحبہ کے نمائندہ کے طور پر یہ خاکسار ہمراہ تھا۔ والد صاحب نے اپنی دلی خواہش کا اظہار بلا کم و کاست بیان کیا۔ حضورؓ نے جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:

(۱)......کیا اس بات کی گارنٹی آپ نے حاصل کر لی ہے کہ یہ تین چار پشتوں والی دولت ہمیشہ آپ کے پاس رہے گی؟ اگر آپ کی ضروریات سے وافر دولت آپ کے پاس ہے تو اسلام اور احمدیت کی پہلے سے زیادہ خدمت کریں۔

(۲)......رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ بنے ہوئے کام اور روزگار کو بلاوجہ ترک نہ کرنا چاہئے۔

(۳)......اگر آپ اس وقت کاروبار چھوڑ کر بیٹھ جائیں گے تو آپ کے بچے بڑے ہو کر کبوتر اڑائیں گے!!

حضورؓ کے مشورہ پر والد صاحب نے عمل کیا۔ کاروبار کو خیر باد کہنے کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس کلکتہ چلے گئے۔ خدا تعالیٰ کے پیاروں کے منہ سے عمومی رنگ میں نکلی ہوئی باتیں بھی اکثر پیشگوئی کا رنگ رکھتی ہیں۔ اس واقعہ کے قریباً دو سال بعد ہی ۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں وسیع پیمانے پر ہندو مسلم فسادات رونما ہوئے۔ ہماری تجارت لٹی پٹی تباہ ہو گئی۔ سکنی مکانات جلا کر خاک کر دئے گئے۔ کاروبار نذر آتش ہوئی اور تین چار پشتوں والی دولت ایک قصہ پارینہ ہو گئی۔ ۱۹۴۷ء میں قادیان میں خریدی ہوئی وسیع جائیداد بھی ہاتھ سے نکل گئی۔ والد صاحب نے ہمت نہ ہاری۔ نئے سرے سے کاروبار کی الف، ب، ت، شروع کی گئی۔ ۱۹۵۸ء تک مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اپنے فضلوں سے نوازا تو اسلام اور احمدیت کی راہ میں اپنے آخری وقت تک بے دریغ خرچ کرتے رہے۔

خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے موافق حضورؓ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے۔ حضورؓ کے روح پرور کلمات آپؓ کے عشاق کے دلوں کو ہمیشہ لبھاتے اور گرماتے رہیں گے۔ آپؓ کے کارنامے قیامت تک تابندہ رہیں گے۔ اور اب تو خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ قریب سے قریب تر چلا آتا ہے کہ ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(بشکریہ ہفت روزہ بدر، قادیان، ۱۰؍ فروری ۱۹۸۲ء)

☆......☆......☆

حضرت مصلح موعودؓ اور قبولیت دعا

۱۹۴۴ء میں سیلون کو ٹیکسٹائل برآمد کرنے والے ایک مخلص احمدی محمد زین الدین صاحب جب اپنا مال لے کر جنوبی ہندوستان کی ایک بندرگاہ پہنچے تو انہیں یہ معلوم کر کے شدید صدمہ ہوا کہ مال بردار جہاز جنگی مقاصد کے لئے طلب کر لئے گئے ہیں اور سیلون کے لئے جہازرانی بند ہوگئی ہے۔ اس اطلاع کا مطلب تھا کہ آپکا کاروبار ٹھپ ہو جانا۔ آپ نے فوراً حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کیلئے ٹیلیگرام ارسال کیا۔ اگلے روز بذریعہ ٹیلیگرام جواب آیا "آپکا سامان سیلون پہنچ چکا ہے۔" جب آپ بندرگاہ پہنچے تو متعلقہ افسر نے کہا کہ ایک جہاز جو سمندر میں تھا، اس کا ہمیں علم نہیں تھا، وہ جیسے ہی بندرگاہ سے لگا، ہم نے سامان اس پر لاد دیا اور وہ اب سیلون پہنچ گیا ہے۔ یہ واقعہ محترم زین الدین صاحب نے خود محترم عبدالمومن صاحب سے بیان کیا تھا جن کا ایک مضمون "حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں" روزنامہ "الفضل" ۲۳ نومبر کی زینت ہے۔

مضمون نگار کے والد نے جب احمدیت قبول کی تو انہیں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں دینی مدرسہ سے اٹھوا کر گھر میں بند کر دیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے گھر کو خیرباد کہہ دیا اور بہت سی تکالیف اٹھاتے ہوئے کافی عرصہ کے بعد قادیان پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ فوت ہو چکے ہیں۔ جب یہ واپس آئے تو خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی کہ اگر تم حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں دیکھ سکے تو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو تو دیکھ لیا ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ میں نومبر ۴۹ء میں پہلی بار حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوا تو عرض کیا کہ میں نیوی میں سیلر ہوں۔ حضورؓ نے دریافت فرمایا "پروموشن کہاں تک ہو سکتی ہے؟"۔ عرض کیا "لیفٹیننٹ کمانڈر تک"۔ ان دنوں نیوی کی وسعت کے لحاظ سے پروموشن بہت کم ملا کرتی تھی... لیکن میں حضورؓ کی دعا کے عین مطابق لیفٹیننٹ کمانڈر بن کر ریٹائرڈ ہوا۔

"وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا"

از قلم محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں جس موعود لڑکے کی بشارت عطا فرمائی اس کی صفات بھی اس پیشگوئی میں بیان فرماویں جن میں سے ایک کہ "علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔" پر لکھنا تو سوانح نگار کا کام ہے میں تو دو واقعات کا جن کا مجھے ذاتی طور پر علم ہے اور ایک جو تاریخ کا حصہ بن چکا ہے کہ ذکر کرنا چاہتا ہوں تا پڑھنے والے پیشگوئی میں مذکور خدائی وعدہ کہ وہ موعود فرزند "علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا" کی ایک جھلک یہاں بھی دیکھ سکیں۔

پاکستان بننے کے بعد حضرت ابا جان (مصلح موعودؓ) نے پاکستان کی صنعتی و اقتصادی ترقی کے لئے بعض تحریکیں کیں جن میں پاکستان میں بینکنگ اور جہاز رانی کی ابتداء بھی تھی۔ بحری جہازوں کی کمپنی کے قیام کے لئے آپ نے سیٹھ اسماعیل صاحب (جو احمدی نہیں تھے) کو توجہ دلائی۔ انہوں نے اس پر آمادگی کا اظہار فرمایا اس شرط کے ساتھ کہ آپؓ خود بھی اور جماعت کی طرف سے بھی کمپنی میں کچھ حصص خریدیں آپؓ نے منظور فرمالیا اور کمپنی کی بنیاد ڈال دی گئی دو چار سال گزرنے پر سیٹھ صاحب نے کمپنی کے سیکرٹری کو حضرت اباجانؓ کی خدمت میں کسی مشورہ کے لئے خط دیکر بھجوایا۔ یہ صاحب آئے، آپؓ سے ملے اور واپس چلے گئے۔

کافی سال گزرنے کے بعد اس کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ کے بعد اس کمپنی کے ایک ڈائریکٹر جو سعودی عرب سے تعلق رکھتے تھے، مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ میں آپ کے بڑے بھائی سے ملا ہوں، آکسفورڈ کے پڑھے ہوئے اور بڑے عالم ہیں، یہ سنتے ہی وہ صاحب جو پہلے کمپنی کے سیکرٹری تھے اور اب مینیجنگ ڈائریکٹر ہو چکے تھے، یکدم ان عرب صاحب سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ ان کے والد صاحب سے نہیں مل سکے۔ ان کے علم میں اتنی وسعت اور اتنی گہرائی تھی کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ میں اپنا ذاتی تجربہ آپ کو بتاتا ہوں۔ ہمارے چیئر مین نے میرے ہاتھ ان کے نام ایک خط بھجوایا، انہوں نے مہربانی فرما کر مجھ سے ملاقات کی اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نے جہاز رانی کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ میرے بتانے پر کہ انگلستان میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے آپ نے جہاز رانی میں کامیابی حاصل کرنے کے متعلق بڑی تفصیلی روشنی ڈالی اور ایسے ایسے امور بیان کئے جو میرے لئے بالکل نئے تھے۔ میں سنتا جاتا تھا اور سخت شرمندہ بھی ہو رہا تھا کہ کہاں میرا علم اور کہاں اس شخص کا علم، مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں اس علم کی ابتدائی کلاس کا طالب علم ہوں۔ یہ تو تھا پاکستان میں جہاز رانی کا ابتداء کا واقعہ، اس کمپنی کا نام پاکستان سٹیم شپ کمپنی لمیٹڈ ہے۔ دوسری تحریک پاکستان میں بینکس قائم کرنے کی تجویز تھی جو حبیب بینک لمیٹڈ کی شکل میں سامنے آئی۔

اب ایک ایسے امر کا اختصار سے ذکر کر دیتا ہوں جو ملکی دفاع سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کوئٹہ تشریف لے گئے۔ پاکستان بننے کے ابتداء میں ہی یہ سفر اختیار کیا گیا تھا...... چند ماہ وہاں قیام بھی کرنا تھا۔ اس وقت سٹاف کالج کوئٹہ میں جنرل اختر ملک مرحوم بھی تھے (ان کا اس وقت کا عہدہ مجھے یاد نہیں) انہوں نے حضرت اباجانؓ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ سٹاف کالج کے جو افسران سپیشل کورسز کے لئے مقیم ہیں ان کو "پاکستان کا دفاع" کے موضوع پر خطاب کریں۔ شام کی چائے پر سب کو مدعو کیا جائے گا اس موقع پر آپؓ تقریر فرمائیں۔

حضرت اباجان نے پاکستان کے دفاع اور اس کیلئے مناسب اسلحہ وغیرہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی اور بعض تجاویز بھی پیش کیں جن میں تینوں سروسز یعنی آرمی، نیوی اور ائرفورس کے مختلف زاویوں سے دفاع کی تفاصیل بیان فرمائیں۔ جنرل محمد ایوب خان صاحب ان دنوں سٹاف کالج میں کورس کر رہے تھے۔ بہر حال اختر مرحوم نے ایوب خان کو بھی دعوت نامہ دیا۔ انہوں نے معذرت کر دی کہ اس دن میں فارغ نہ ہوں گا اس لئے شامل نہ ہو سکوں گا۔ جنرل اختر ملک صاحب نے اپنے ایک دو مشترکہ دوستوں سے کہا کہ آپ ایوب خان صاحب سے کہیں کہ وہ دوسرا کام چھوڑ کر تشریف لے آئیں۔ اس پر وہ رضامند ہو گئے اور تقریب میں شمولیت کے لئے تشریف لے آئے۔ سب سے اگلی صف میں جو کرسیاں بچھی تھیں جنرل ایوب مرحوم انہی میں سے ایک پر بیٹھے تھے۔

تقریر کے اختتام پر چائے کی سروس شروع ہوئی۔ اختر مرحوم نے جنرل ایوب صاحب کا حضرت صاحب سے تعارف کرایا۔ کچھ دیر باتیں کرتے رہے اور بہت شکریہ ادا کیا کہ غیر معمولی علم کا حامل تھا آپ کا لیکچر۔ بعد میں اپنے دوستوں سے جنرل ایوب نے کہا کہ میں بڑا مشکور ہوں کہ مجھے وہاں آپ لوگ لے گئے۔ جب حضرت مرزا صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے خیال کیا کہ ایک مذہبی آدمی ڈیفنس کے متعلق کیا جانے، مولویوں والی تقریر ہوگی اس نے ہمیں کیا سکھانا اور کیا بتانا ہے لیکن جیسے جیسے تقریر آگے بڑھتی چلی گئی مجھے یوں لگ رہا تھا کہ میں ڈیفنس کے معاملہ میں ابھی طفل مکتب ہوں انہوں نے ایسی ایسی تجاویز بیان فرمائیں تھیں کہ ہم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

ایک اور واقعہ جو آپ کے "علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا" کے الہامی الفاظ کی منہ بولتی صداقت ہے۔ یوں ہوا کہ 26 فروری 1919ء کو مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی، اسلامیہ کالج لاہور کے زیر انتظام حبیبیہ ہال میں آپ نے "اسلام میں اختلاف کا آغاز" کے موضوع پر تقریر فرمائی اس جلسہ کے صدر مؤرخ اسلام جناب سید سر عبدالقادر صاحب ایم۔اے تھے۔ سید صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا "آج کے لیکچرار اس عزت، اس شہرت اور اس پائے کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں آپ اس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا بالخصوص عیسائی عالم میں تہلکہ مچا دیا تھا۔"

جلسہ کے صدر کی افتتاحی تقریر کے بعد دور خلافت

میں عبداللہ بن سباء اور اس کے باغی اور مفسد ساتھیوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر اتنی تفصیل سے روشنی ڈالی اور تاریخ اسلام کی گمشدہ کڑیوں کو اس طرح منکشف اور واضح فرما کر سامنے رکھ دیا کہ سننے والے حیران رہ گئے۔

آپؓ کی تقریر ختم ہونے پر صدر مجلس جناب سید سر عبدالقادر صاحب ایم۔اے نے فرمایا:-

"حضرات! میں نے بھی کچھ تاریخی اوراق کی ورق گردانی کی ہے اور آج شام کو جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر میں اچھی رائے زنی کر سکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں اور میری علمیت کی روشنی اور جناب مرزا صاحب کی علمیت کی روشنی میں وہی نسبت ہے جو اس (میز پر رکھے ہوئے لیمپ کی طرف اشارہ کر کے) کی روشنی کو اس بجلی کے لیمپ (جو اوپر آویزاں تھا کی طرف انگلی اٹھا کر) کی روشنی سے ہے۔ حضرات! جس فصاحت اور علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔"

ایک سال بعد آپ کا یہ لیکچر کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کی تمہید جناب سید سر عبدالقادر صاحب نے تحریر فرمائی۔ آپ لکھتے ہیں:-

"فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان، بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا۔"

بقیہ صفحہ ۱۱

بائبل میں اس مضمون کو بڑی عمدگی کے ساتھ نبھایا گیا ہے قرآن کریم نے بھی ان کو استعمال کیا اور اس میں کچھ پیشگوئیاں کیں۔ یہود نے اپنی مرضی کے معنی ان حروف کو پہنانے کے لئے یہ سوچا کہ ا کا مطلب ہے ایک۔ ل کا مطلب ہے تیس اور م کا مطلب ہے چالیس تو کل اکہتر سال ہوئے۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کی نبوت کی عمر اکہتر سال ہے اس وقت آنحضرت ﷺ نے اور مقطعات پڑھنے شروع کیے۔ کہ مجھ پر یہ بھی نازل ہوا ہے یہ بھی نازل ہوا ہے تو عدد بڑھتے گئے یہاں تک کہ یہود نے کہا کہ بات ہماری حد سے باہر نکل گئی ہے تو قرآن کریم کے حروف دراصل لامحدود معانی رکھتے ہیں۔

محترم ملک اعجاز احمد صاحب ڈھونیکے ضلع گوجرانوالہ کو شہید کر دیا گیا

○ ربوہ: 2- دسمبر 1998ء احباب جماعت کو افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم ملک اعجاز احمد صاحب ابن مکرم ملک عنایت اللہ صاحب آف ڈھونیکی ضلع گوجرانوالہ کو یکم دسمبر بروز منگل دن کے دس بجے وزیر آباد میں ان کی دکان پر فائرنگ کر کے شہید کر دیا گیا۔ ان کی عمر 50 سال تھی۔ وہ جماعت احمدیہ وزیر آباد کے سیکرٹری تحریک جدید تھے۔ اور اس سے قبل قائد مقامی اور نائب قائد ضلع کے عہدوں پر بھی خدمات بجا لا چکے تھے۔

تفصیلات کے مطابق دن کے دس بجے کے قریب جب محترم ملک اعجاز احمد صاحب اپنی سیمنٹ کی ایجنسی پر بیٹھے تھے ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ "ملک اعجاز کون ہے؟" آپ نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ اس پر اس نے آپ پر فائرنگ کر دی اور رفرار ہو گیا۔ محترم ملک صاحب کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں جاتے ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ ادھر ملک صاحب کے کچھ ملازم حملہ آور کے پیچھے دوڑے اور قریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر اسے پکڑ لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ ملزم کا نام عمران جعفری ولد جاوید جعفری ہے۔ اس کی عمر 25 سال ہے گارڈن کالونی وزیر آباد کا رہنے والا ہے اور اس کا تعلق مجلس تحفظ ختم نبوت سے ہے۔

محترم ملک اعجاز احمد صاحب شہید کی نماز جنازہ وزیر آباد میں رات سوا سات بجے ہوئی۔ مربی سلسلہ مکرم طاہر احمد صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ جس کے بعد میت ربوہ روانہ کی گئی رات ایک بجے جنازہ ربوہ پہنچا۔ ربوہ کے محلوں میں اور جماعتی ادارہ جات میں اعلان کروا دیا گیا تھا۔ ساڑھے نو بجے دن احاطہ صدر انجمن احمدیہ میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد عام قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ جہاں تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے ہی دعا کروائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے مرحوم کی بیوہ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کے درجات کو بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حضرت مصلح موعودؓ کی قرآن دانی کا

غیروں کو اعتراف

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات قرآنیہ کے عظیم کارناموں کے پیش نظر غیراز جماعت اصحاب کو بھی آپ کی قرآن دانی کا اعتراف ہے۔ مثلاً :

(۱) جناب مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار لاہور نے ایک موقع پر بعض مخالفین احمدیت کو مخاطب کر کے ایک تقریر میں کہا : "احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے، تمہارے پاس کیا دھرا ہے؟ تم میں ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حروف بھی پڑھ سکے؟ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارہ پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے گالیاں اور بدزبانی ...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں، دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔ میں حق بات کہنے سے باز نہیں رہ سکتا یہ میں ضرور کہوں گا کہ اگر تم نے مرزا محمود کی مخالفت کرنی ہے تو پہلے قرآن سیکھو، مبلغ تیار کرو، عربی مدرسے جاری کرو۔۔۔ غیر ممالک میں ان کے مقابلہ میں تبلیغ اسلام کرو۔"

("ایک خوفناک سازش" صہ ۱۹۵ - ۱۹۷ مولفہ مولوی مظہر علی صاحب اظہر)

(۲) اسی طرح اُردن کے اخبار "الاردن" نے ۲۱۔ نومبر ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن پر تبصرہ میں لکھا ہے : "حضرت امام جماعت احمدیہ دین کے رموز و حقائق اور اس کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور روحانیت سے متعلق جملہ علوم سے غیر معمولی طور پر بہرہ ور ہیں اور دین کے بارہ میں بھرپور علم رکھتے ہیں ...... جناب امام جماعت احمدیہ نے اپنی اس تفسیر میں دشمنانِ اسلام کا بخوبی ردّ کیا ہے، بالخصوص مستشرقین کے پیدا کردہ غلط خیالات اور ان کے اعتراضات کا جواب بے نظیر علمی رنگ میں دیا ہے۔"

(۳) جناب مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر آپ کی خدمات قرآنیہ پر خراج تحسین و عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا : "قرآن و علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح تبیین، ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔" ("صدق جدید" لکھنؤ ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء)

(روزنامہ الفضل مصلح موعود نمبر ۱۹۸۴ء)۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ
پیکر روحانیت کی روح پرور یادیں

محمد ادریس چوہدری ۔ ولڈوسٹا جارجیا۔

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب مرحوم و مغفور ہم جیسے اہالیان ربوہ کے لئے بھی محبت و مودت اور شفقت اور صلہ رحمی کا ایک ایسا روحانی سرچشمہ تھے جسکے فیضان سے ان گنت لوگ سیراب ہوئے ۔ آپ کی گرامی قدر متبحر شخصیت زود فہمی اور صائب الرائے جیسی صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے مرجع خاص و عام تھی ۔ مشکل سے مشکل اور لاینحل مسئلہ میں آپ کے بیش قدر مشورہ سے پریشانیوں کی شب تاریک چھٹ جاتی ۔ نہ صرف مشورہ بلکہ اپنے منفرد اور خاص روحانی مقام کی وجہ سے آپ کی دعائیں ہمیشہ دلی تشفی کا موجب ہوتیں ۔ میں نے ابھی ہائی سکول ختم ہی کیا تھا کہ ایک دن شارع صدر پر جاتے ہوئے میرے ساتھی کو آپ کے خادم بشیر نے بائیسکل پر آن کر چٹھی دی جو اسکی درخواست دعا کا جواب تھا ۔ اس سے میری توجہ بھی اسطرف مبذول ہوئی اور میں آپ کی دعائیں پانے کے لئے ہر دم بے چین رہنے لگا ۔ آپ کی پر کشش شخصیت میرے لئے ہمیشہ روشن مینار کی طرح اجالے کا موجب رہی ۔ یہاں تک کہ آپ کی کئی خوبیوں کو اپنانے کے لئے میں ہمیشہ خواہاں اور کوشاں رہتا رہا ہوں ۔ آج کوئی چالیس سال سے اوپر کے عرصہ بعد آئندہ سطور میں انہیں روحانی اقدار کی یاد تازہ کرنا میرا مقصود ہے ۔

اول اول جب ربوہ ابھی بستے بستے بستی ہے ، کی کٹھن منازل طے کر رہا تھا ۔ ان دنوں آپ کی رہائش گاہ شارع مبارک پر تھی ۔ اسی شارع سے ہو کر مسجد مبارک کو جانا میرا معمول تھا ۔ میرے مشاہدہ میں آیا کہ آپ عین وقت پر گھر سے نماز جمعہ کے لئے مسجد مبارک کو پہرے دار کی معیت میں نکلتے ہیں ۔ تب میں نے آپ کے مکان کے بالمقابل ان دنوں کے لنگرخانہ کے قریب ، قصر خلافت کے گیٹ پر آپ کی انتظار کرنا شروع کر دی آپ کا گذر ہوتا تو بڑھ کر مصافحہ کے بعد دعا کے لئے عرض کرتا ۔ اور پھر پیچھے پیچھے چل کر مسجد مبارک میں آپ کے قرب میں بیٹھنے کی کوشش کرتا ۔ نہ صرف آپ ہمیشہ صاف ستھرے لباس میں ملبوس ہوتے بلکہ آپ کے دستور العمل میں اپنے پاس سرخ رومال رکھنا بھی تھا جو مجھے خاص طور پر بھانے لگا ۔ چنانچہ میں نے بھی نہ صرف ویسا ہی رومال خود کے لئے سلوا لیا بلکہ عیدین کے مبارک موقعہ پر بطور تحفہ اعزاء اور اقرباء کو بھی دینا شروع کر دیا ۔

خادم بشیر کو ہمیشہ بائیسکل پر ہی دیکھا وہ کافی بھاری بھرکم سا واقع ہوا تھا ۔ کہیں آتے جاتے نظر پڑ جاتی تو رک لیتا ۔ وہ آپ کی ڈاک لا رہا ہوتا تو اسمیں سے ریڈرز ڈائجسٹ پر بلا کوشش نظریں کھب جاتیں ۔ جو کسی نے (غالباً سید عبدالرحمان صاحب کلیولینڈ والوں نے) اپنے محسن کے نام بطور تحفہ لگوا دیا ہوا تھا ۔ اسطرح مجھے اسکے مطالعہ کی ترغیب صغیر سنی میں مل گئی اور ہنوز شوق باقی ہے ۔

حضرت قمر الانبیاء کو حفظ مراتب کے ذریعہ دوسروں کی دلجوئی کا خیال ہمیشہ رہتا تھا ۔ وقت 1957 موسم گرما تھا ۔ اور یہ گرما اسم بامسمیٰ گرم تھا ۔ ان دنوں جب آپ کے پاس خط و کتابت کا کام بڑھ گیا تو آپ نے اسمیں ہاتھ بٹانے کی ذمہ داری محترم ناصر احمد خان صاحب نسیم (بعد میں پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب حال سویڈن) کو سونپ دی ۔ موصوف ربوہ میں 1949 کے کچے کواٹروں کے زمانہ کے میرے دوست ہیں ۔ وہ بہت خوش تھے کہ اسطرح کالج کے اخراجات کا ذریعہ نکل آیا ۔ اگر جناب پروفیسر صاحب کی جواں سالی میں پہلی بار روزگاری صدر انجمن احمدیہ کے وسیلہ سے غیب سے افق پر ابھری تو میں اس سے کوئی مستثناء نہیں ۔ ہم دونوں کے لئے یہ بڑے فخر اور صد شکر کا مقام ہے ۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت قمر الانبیاء اپنی رہائش گاہ پر ناصر صاحب کی معیت میں لکھت پڑھت میں مصروف تھے کہ خادم بشیر نے آکر اطلاع دی ۔ حضور نخلہ آدمی جا رہا ہے اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) کے لئے ڈاک ہے تو دے دیویں ۔ ناصر صاحب اس پر جھٹ بولے میرا بھی خط لیتے جانا ۔ ابھی لکھے دیتا ہوں ۔ حضرت قمرالانبیاء نے تعجب فرمایا ۔ کہ حضور ایداللہ تعالیٰ کی معیت میں تو محدود احباب کا مختصر سا قافلہ ہے وہاں آپ کا واقف کار کس طرح نکل آیا ۔ جواباً ناصر صاحب نے ہماری دوستی کا حوالہ دیا ۔ تو خط لکھنے کے لئے وقت وافر کیا گیا ۔ بعد کو جب خط کا پس منظر معلوم ہوا تو نخلہ کے تخلیہ میں خط پانے کی خوشی دو چند ہو گئی ۔ ایک روز حضرت قمرالانبیاء سے ملاقات کے لئے ایک گزیٹڈ آفیسر ملنے آئے تو آپ نے ناصر صاحب کا تعارف پرسنل اسسٹنٹ کہہ کر کروایا ۔ اس روز تو ناصر صاحب کے خوشی سے پاؤں زمیں پر نہ لگ رہے تھے ۔

حضرت قمرالانبیاء جب بھی میجر عارف زماں صاحب (والد کرنل فضل احمد صاحب) کو خط لکھتے تو نام کے آخر میں خان کی ایزادی فرماتے ۔ اگرچہ میرے علم کے مطابق میجر صاحب نے اس شوق کا اظہار خال ہی

کیا ہو ۔ ایک دفعہ میجر صاحب مجھے کہنے لگے کہ بھئی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا خط آیا ہے آپ بھی پڑھ لیویں ۔ خط میں محبت و احترام کی چاشنی تھی ۔ جس کے اصل الفاظ تو آج بھی بھول چکا ہوں ۔ لیکن مفہوم کچھ اس طرح تھا ۔ میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہمیں حکمران کے احترام کی تعمیل دی گئی ہے ۔ اگلے روز جب صدر ایوب خان صاحب کی ٹرین ربوہ ریلوے سٹیشن پر رکی تو اولا وہاں ہجوم خفیف تھا ۔ دوسرے صدر صاحب کی موجودگی میں لوگ مودب اور خاموش رہے ۔ مناسب ہوتا اگر نعرہ ہائے تکبیر سے ان کے استقبال کو پر جوش بنایا جاتا ۔ ضمناً ذکر کرتا چلوں کہ انتخابات میں امیدواروں کا ٹائم اور بھی سکڑ جاتا ہے ۔ اور ہمیں یقینی طور پر مسلم نہ تھا کہ جناب صدر کی ٹرین رکے گی بھی یا نہیں ۔ اس تذبذب میں پیش از وقت تیاری کا موقع ہاتھ سے نکل گیا ۔ لیکن ہمارے حضرت قمرالانبیاء کہ انہوں نے اس میں سے بھی سبق آموزی کا رنگ نکال ہی لیا ۔ وہیں اگر چوہدری عبدالقدیر صاحب صدر انجمن کے تن تنہا ٹائپسٹ تھے تو تحریک جدید میں اس اعزاز کے مالک برادرم حسن محمد خان صاحب عارف تھے ۔ آہ ! وہ آیام پارینہ اور اجکل کے ترقی پزیر زمانہ کے کمپیوٹر ! زمانہ چال قیامت کی چل گیا ۔ قدیر صاحب ٹائپنگ سے ذرا سستانے لگے تو مجھ سے اسطرح گویا ہوئے ۔ یار ! حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا خط ٹائپ کر رہا ہوں جو انہوں نے اپنے طالب علمی کے زمانہ کے استاد کے نام محبت بھرے جذبات کے ساتھ لکھا ہے ۔ خط انگلستان جا رہا ہے ۔ نہ معلوم ایک زمانہ کے بعد اس کا پتہ کیسے ڈھونڈھ لیا ۔ خط واپس ہی نہ آ جائے ۔ سنتے سنتے میری سوچ اس نہج پر نکل لی کہ مقصد تو تکریم استاد ہے نا --- میں لاہور میں برادرم چوہدری غلام مجتبیٰ صاحب ایڈوکیٹ (ابن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب) کے ہاں مقیم تھا ۔ جہاں نمبر 4 میکلوڈ روڈ پر کچھ احمدیوں کے گھر اڑوس پڑوس میں ہی تھے ۔ ہمارے دروازہ پہ دستک ہوئی ۔ جواب دیا تو وہ پڑوسی احمدی نکلا ۔ اس نے سہمی ہوئی دھیمی سی آواز میں بتلایا کہ ابھی ابھی ریڈیو پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات کی خبر سنی ہے (ان للہ وانا الیہ راجعون) میں برادرم کو اطلاع دینے ہائی کورٹ کو نکل گیا ۔ دفتر میں بیٹھے ان کے ہاتھ میں پیپر ویٹ تھا جیسے خبر سنکر دے مارا ۔ میں وہاں سے ریس کورس روڈ (بنگلہ صاحبزادہ ایم ایم احمد صاحب) کو روانہ ہو لیا ۔ پہنچا تو جنازہ ربوہ کے لئے تیار تھا ۔ بڑھ کر سلام وفا عرض کیا ۔ سابقہ عادت کے مطابق مصافحہ کی خواہش ہوئی ۔ ہاتھ نہ چھو سکنے کا جب قلق ہوا تو کفن کو ہی چھو لیا ۔ موبائیل حرکت میں آئی تو پیدل ساتھ دینے لگا ۔ رفتار بڑھی تو ساتھ ساتھ بھاگنے لگا ۔ چند ہی لمحوں میں ساتھ نہ دے سکا ۔ جب ہمت ہار گیا تو دل کو از خود ماننا پڑا

رہے نام باقی صرف اللہ کا

ربوہ پہنچا تو بہشتی مقبرہ کے دالان کو خلقت سے بھرا پایا ۔ غم کی ایک لہر موجزن تھی ۔ جب جنازہ اور تدفین کے بعد سب بکھرنے لگے تو عجب منظر دیکھتا ہوں ۔ کسی صاحب کو لوگ بڑھ بڑھ کر گلے ملنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ لیکن وہ ساتھ ساتھ منع کرتا جا رہا ہے کہ یہ مناسب موقع نہیں ہے ۔ شام کی دھندلک بڑھ رہی تھی ۔ قریب سے دیکھا تو وہ ماموں چوہدری غلام لیسین مبلغ امریکہ نکلے ۔ جو انتقال پر ملال کی خبر پا کر بسیار کوشش کراچی سے عین وقت پر سیدھے بہشتی مقبرہ پہنچ گئے تھے ۔ ربوہ میں مبلغ کی مراجعت پر نعرے لگا لگا کر ہاروں میں لپیس کر کے ایک شاندار استقبال کا رواج شروع سے ہی رائج آ رہا تھا ۔ جس سے باز رہنا لوگوں کے بس میں نہ تھا ۔ لیکن اس مجاہد اور مبشر اسلامی نے سالوں کے انتظار کے بعد آنے والے اعزاز سے محرومی کو بہ طیب خاطر قبول کر لیا ۔ جو نہ صرف حضرت قمرالانبیاء سے فرط محبت کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے ۔ بلکہ دوسری طرف مومنین کے درمیان رشتہ اور الفت پر بھی دال ہے ۔ اس قسم کی ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والی شخصیت کے اعلیٰ علیین میں ارفع اور خاص مقام کا بھلا کسے شک ہو سکتا ہے ۔ خیر دھیرے دھیرے وقت کے ساتھ ساتھ غم ڈھلتا گیا ۔

خصوصاً روزنامہ الفضل میں صاحبزادہ ایم ایم احمد صاحب کا وفات سے قبل کی بیماری کے حالات پر مشتمل مضمون پڑھ کر دل کو بڑی سکینت ملی ۔ اسی طرح بعض دیگر افراد خاندان نے بھی روزنامہ الفضل کے صفحات میں والاصفات کو خراج تحسین پیش کیا ۔ بعض مضامین میں آپ کو عمو صاحب کے نام سے یاد کیا گیا پیار سے ۔

ادھر ، ادھر ۔ جدھر بھی نکلا لوگوں میں مرحوم کے ذکر خیر کا تذکرہ پایا ایک دن چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر سے ملاقات رہی تو وہ آپ کی ان دو باتوں کو سراہ رہے تھے ۔ ایک یہ کہ کسی شخص کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوست یہ کہہ گئے کہ ان کی بے وقت وفات کا افسوس ہے ۔ جو کہ بظاہر بے ضرر اور معروف سا جملہ مستعملہ ہے ۔ اس پر حضرت قمرالانبیاء نے اصلاحاً فرمایا ۔ موت کا وقت تو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما رکھا ہے ۔ اس لئے کوئی موت بے وقت نہیں ہو سکتی ۔ دوسرے حضرت قمرالانبیاء کا یہ دستور عمل تھا کہ جب کبھی نیا پین استعمال کرنے لگتے تو سب سے پہلے اس سے ، بسم اللہ الرحمان الرحیم ، سپرد قلم کرتے ۔ اسطرح بعد کو اس پین سے جو کچھ بھی احاطہ تحریر میں آنے والا ہوتا اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ابتداء کر کے اس کی برکات سے ممتنی ہوتے ۔ جب میں نے یہ بات سنی تو بے اختیار اپنانے پر مجبور ہو گیا ۔ آپ نے اپنی ساری زندگی کو خالص اسلامی رنگ میں رنگ لیا ہوا تھا ۔

میں نے بچپن میں اطفال الاحمدیہ کے تحریری یا تقریری مقابلوں میں یہ بات سن رکھی تھی کہ حضرت قمرالانبیاء کو تقریر کا زیادہ شوق نہیں ۔ البتہ تحریر کے میدان کے آپ شہسوار ہیں ۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ شاید آپ کے عظیم الشان تحریری کارناموں کا راز سب سے پہلے بسم اللہ

تحریر کرنے میں مضمر ہو ۔ حضرت قمرالانبیاء کے ذریعہ احمدیہ لٹریچر میں جو اضافہ ہوا وہ الگ عظیم باب ہے تاہم آپ نے نہ صرف ہمارے لئے کئی ضخیم کتب کا قیمتی اثاثہ چھوڑا بلکہ گاہے بگاہے آپ کے مختصر تربیتی نوٹس روزنامہ الفضل کے صفحات کی زینت بنتے رہتے جو قارئین الفضل میں بعین تقاضائے وقت اور آپ کے اچھوتے انداز تحریر اور اسمیں اٹھان کے بے مثل امتزاج کی وجہ سے نہایت درجہ مقبول تھے مثلاً جب امریکہ میں دوران انتخابات امیدوار کینیڈی کے کیتھولک اعتقادات اور کینیڈی کے سیاسی مقاصد میں تصادم پر گرما گرم بحث چل رہی تھی تو آپ نے وقتی تقاضا کو پورا کرتے ہوئے اس ہمیشہ کی بحث پر قلم اٹھا کر تربیت اور ہدایت کی شاہراہ استوار کرتے ہوئے اسلامی نکتہ سے روشنی ڈالی ۔ 1967 میں جب میں مسجد صادق شکاگو جایا کرتا تھا تو وہاں یہی مضمون جو پہلی بار ربوہ میں پڑھا تھا کتابچہ کی شکل میں بزبان انگریزی دستیاب ہو گیا ۔ آپ کے تحریری کارناموں کی متحمل تو لمبی فہرست ابواب والی کتاب ہی ہو سکتی ہے ۔ نہ کہ پیش نظر سا مختصر مضمون ۔ بہر کیف آپ کی ایک تصنیف کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ کئی لوگوں میں مسلمہ خیال پایا جاتا ہے کہ اردو میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف لاثانی ہے ۔ شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے روزنامہ الفضل میں ایک مدلل اور پرَ مغز مقالہ لکھ کر ثابت کیا کہ حضرت قمر الانبیاء کی اس موضوع پر تصنیف بدرجہا اعلیٰ اور برتر ہے ۔ آہ !! وہ بیش قدر قیمتی وجود جس کے پیش نظر ہمیشہ ہماری روحانی تربیت رہی ۔ ہم سے جدا ہو گیا ۔ لیکن اسکی پر کیف و حسین یادیں رہتی نسلوں تک باقی رہیں گی ۔ ہماری راہ نمائیوں کے صلہ میں اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے درجات متواتر بلند فرماتا رہے ۔ آمین

رہے خدا بر تربت او ابر رحمت بہار

ارشادات حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ "بانی مجلس خدام الاحمدیہ"

"قوموں کے نوجوانوں کے اندر بیداری اور ہوشیاری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر جگہ مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی جائے اور اس میں ایسے نوجوان شامل کئے جائیں جو عملی رنگ میں اپنی ایسی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ان کا وجود دوسروں کے لئے نمونہ بن جائے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 15 اپریل 1938ء)

پھر فرماتے ہیں "وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔

پس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہیئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود انعامات الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت 1956ء صفحہ 24)

مقدمہ شرقپور

تین معصوم احمدیوں پر توہین رسالت کے مقدمہ کی اہم تفصیلات

(رشید احمد چوہدری ۔ پریس سیکرٹری)

پاکستان میں جس طرح ح شب وروز معصوم احمدیوں کے بنیادی انسانی حقوق تلف کئے جا رہے ہیں اور سراسر ظلم اور ناانصافی سے کام لیتے ہوئے ان پرطرح طرح کے مقدمات بنائے جاتے ہیں اورجیلوں میں گھسیٹا جاتاہے۔ یہ داستان بہت ہی دردناک اور لرزہ خیز ہے۔ نہ صرف ملاّں اور ان کے چیلے چانٹے ہی اس ظلم مین پیش پیش ہیں بلکہ بدقسمتی سے بعض حکومتی کارندے اور عدالت کی کرسی پر بیٹھنے والے بھی ان زیادتیوں میں شامل ہیں۔ ذیل میں ایک ایسے ہی مقدمہ کی کسی قدر تفصیلات پیش کی گئی ہیں جس میں تین معصوم احمدی نوجوانوں کو ظلم و ستم کانشانہ بنایا گیا ہے ۔احباب رمضان کے ان بابرکت ایام میں اپنی متضرعانہ دعاؤں میں نہ صرف ان تینوں اسیران راہ مولا کو بلکہ پاکستان کے تمام احمدیوں کو خصوصیت سے یاد رکھیں جومحض لِلّٰہ ہر قسم کی تکالیف کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد ظالموں کی عبرتناک گرفت فرمائے اور معصوموں کو ہرقسم کے ظلم سے رہائی بخشے ۔

☆......☆......☆

مکرم عبدالقدیر شاہد صاحب مربی سلسلہ جماعت احمدیہ اور ان کے دو نسبتی بھائیوں مکرم اشفاق احمد اور مکرم شہباز احمد ولد محمد حسین صاحب آف شرقپور ضلع شیخوپورہ کے خلاف تبلیغ کرنے کے الزام میں زیر دفعہ 298/A تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ مورخہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۸۸ء کو تھانہ شرقپور ضلع شیخوپورہ میں درج ہوا۔ یہ مقدمہ شرقپور کے رہنے والے ایک مخالف سلسلہ حکیم اقبال احمد کی تحریری درخواست پر درج کیا گیا۔ درخواست میں لکھا گیا کہ :

☆......۲۵/اکتوبر ۱۹۸۸ء کو عید میلاد النبیؐ کے دن بعض قادیانی نوجوان جن میں اشفاق احمد اور شہباز احمد شامل تھے ایک پوسٹر لگا رہے تھے جس کے مندرجات دیگر مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے والے تھے۔ چنانچہ جب یہ پوسٹر لگا کر واپس ہوئے تو کچھ نوجوان جن میں مقصود احمد ، احمد صابر علی، شیخ محمد حبیب اور شیخ اشرف علی تھے ان کے پیچھے ان کے گھروں تک گئے اور انہیں پوچھا کہ انہوں نے پوسٹر کیوں لگایا ہے۔ احمدیوں نے جواب دیا کہ پوسٹر میں کسی کے خلاف کوئی بات نہیں مگر تعاقب کرنے والے نوجوان کی تسلی نہیں ہوئی اور تھوڑی دیر بات چیت کرنے کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ درخواست میں مزید لکھا گیا کہ :

۲۸/اکتوبر کی شام کو جب غیر احمدی نوجوان مقصود احمد ، احمد صابر اور شیخ محمد حبیب ایک شخص جمیل کی دکان پر کھڑے تھے تو اشفاق ، شہباز اور ایک اور احمدی نوجوان بھی وہاں آ گئے اور آ کر احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ پھر ہمیں دعوت دی کہ ان کے ہاں اُن کے مربی صاحب آئے ہوئے ہیں اگر ہمیں احمدیت کے بارہ میں شکوک ہیں تو ان کے گھر جائیں ، مربی صاحب ہمارے شکوک دور کر دیں گے ۔ چنانچہ ہم سب شہباز اور اشفاق کے ہمراہ ان کے گھر چلے گئے۔ جہاں مربی عبدالقدیر نے ہمیں تبلیغ شروع کر دی اور ہمیں کہا کہ احمدیت ہی سچا اسلام ہے۔ اس دوران کچھ اور افراد حکیم محمد اقبال (درخواست دہندہ)، محمود الحسن، حافظ نعیم الرحمٰن اور شیخ جمیل احمد وہاں پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے مربی عبدالقدیر سے کہا کہ وہ اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کریں اور آئمہ اسلام کی توہین کے مرتکب نہ ہوں۔ انہوں نے مربی صاحب کو یہ بھی کہا کہ آپ رسول کریم کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے معافی مانگیں اور دروازے پر لکھا ہوا کلمہ طیبہ بھی مٹا دیں۔

جب احمدیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو ہم سب سیدھا یہاں پولیس سٹیشن چلے آئے ہیں اور درخواست ہے کہ ان تینوں احمدیوں کے خلاف باضابطہ کارروائی کی جائے۔

درخواست میں سراسر جھوٹا اتہام باندھتے ہوئے یہ بھی لکھا گیا کہ دوران گفتگو مربی عبدالقدیر نے کہا تھا کہ "جو کچھ تم مرزا غلام احمد کے بارہ میں کہہ رہے ہو ہم وہی کچھ آپ کے نبی محمد (ﷺ) کے بارے میں کہتے ہیں"۔

چنانچہ تینوں احمدیوں کے خلاف زیر دفعہ 298/A مقدمہ درج کر لیا گیا اور رات ۱۱ بجے تھانیدار نے ملزمان کو ان کے گھر سے گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔ اگلے روز فیروزوالا (شاہدرہ) کے مجسٹریٹ کی عدالت میں ضمانت کی درخواست پیش کی گئی جو منظور ہو گئی اس طرح تینوں احمدی ضمانت پر رہا ہو کر گھر آ گئے۔

☆......پولیس نے بعد تفتیش ۱۹۸۹ء میں مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ برائے سماعت داخل کر دیا۔ مجسٹریٹ نے ۱۹۹۱ء میں احمدیوں پر چارج شیٹ لگائی اور ۱۹۹۳ء تک تمام گواہوں وغیرہ کی گواہیاں ختم ہو گئیں۔ اس طرح ۲۵/اگست ۱۹۹۳ء تک مقدمہ کی کارروائی ختم ہو چکی تھی صرف فیصلہ سنانا باقی تھا۔ مگر عدالت نے فیصلے کو التوا میں رکھا۔ اسی دوران یعنی ۱۷/اکتوبر ۱۹۹۴ء کو مدعی نے عدالت میں درخواست دی کہ اس مقدمہ میں 298/A دفعہ درست نہیں بلکہ دفعہ 295/C (توہین رسالت کی دفعہ) کے تحت مقدمہ کی سماعت کی جائے۔

چنانچہ مجسٹریٹ محمد صدیق صاحب نے ۷/مارچ ۱۹۹۵ء کو اس درخواست کی سماعت کی اور ۱۹/مارچ ۱۹۹۵ء کو فیصلہ دیا کہ مقدمہ زیر دفعہ 295/C آتا ہے اس لئے اس عدالت کے دائرہ کار سے باہر ہے اور مسل مقدمہ سیشن جج شیخوپورہ کو بھجوا دی۔ (یاد رہے کہ دفعہ 295/C کے تحت مقدمہ سیشن جج سن سکتا ہے مجسٹریٹ نہیں)۔ یہ مقدمہ ایڈیشنل سیشن جج شیخوپورہ محمد محمود چوہدری کی عدالت میں پیش ہوا جنہوں نے یہ کہہ کر کہ دفعہ 295/C کا اطلاق اس مقدمہ پر نہیں ہوتا لہذا ٹرائل مجسٹریٹ صاحب زیر دفعہ 298/A اس کا فیصلہ سنا دیں کیس واپس بھجوایا۔ مگر محمد صدیق صاحب مجسٹریٹ نے ایک دفعہ پھر ۲۹/اگست ۱۹۹۵ء کو فیصلہ دیا کہ اس مقدمہ پر دفعہ 295/C کا اطلاق ہوتا ہے اور مسل دوبارہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج شیخوپورہ کو بھجوادی۔ اور ملزمان کو ہدایت کی کہ وہ ۱۸/ستمبر ۱۹۹۵ء کو عدالت مذکورہ میں حاضر ہوں۔ اس دوران پہلے ایڈیشنل جج محمد محمود چوہدری صاحب تبدیل ہو چکے تھے اور ان کی جگہ رانا زاہد محمود صاحب ایڈیشنل سیشن جج مقرر ہوئے تھے چنانچہ ان کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔

اس نئے سیشن جج کی عدالت میں احمدی مسلمان وکیل مکرم خواجہ سرفراز احمد صاحب ایڈووکیٹ نے مورخہ ۷/دسمبر ۱۹۹۵ء یہ درخواست دی کہ چونکہ لوئر کورٹ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس مقدمہ میں دفعہ 298/A کا اطلاق نہیں ہوتا اس لئے مجسٹریٹ کو حکم دیا جائے کہ وہ پہلے اس مقدمہ میں 298/A کے بارہ میں حتمی فیصلہ دیں مگر سیشن جج نے یہ درخواست مورخہ ۱۵/جولائی ۱۹۹۷ء کو خارج کر دی۔

اس خدشہ کے پیش نظر کہ اب دفعہ 295/C کے تحت مقدمہ کی کارروائی شروع ہو جائے گی ہائی کورٹ میں یہ درخواست دی گئی کہ مقدمہ کی کارروائی کو کالعدم قرار دیا جائے۔ اس پر ہائی کورٹ میں ۲۹/جولائی ۱۹۹۷ء اور ۳۱/جولائی ۱۹۹۷ء کو بھرپور بحث ہوئی مگر ہائی کورٹ کے جج جسٹس محمد نعیم نے اپنے فیصلہ میں دفعہ 298/A کے تحت کارروائی کو خارج قرار دے کر دفعہ 295/C کو قائم رکھا اور پٹیشن کو خارج قرار دیتے ہوئے فیصلے میں لکھا کہ ایڈیشنل سیشن جج شیخوپورہ رانا زاہد محمود اس مقدمہ کی سماعت کریں اور مورخہ ۳۰/دسمبر ۱۹۹۷ء تک اس کو بھگتا دیں۔

ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی اور ساتھ ہی اپیل کی سماعت کے دوران Stay Order کی درخواست کی گئی۔ سپریم کورٹ کے جسٹس نثار صاحب نے نہ صرف اپیل خارج کر دی بلکہ رانا زاہد محمود کو کہا کہ مقدمہ کا فیصلہ ۳۰/نومبر ۱۹۹۷ء تک کر دیا جائے۔ چنانچہ یکم دسمبر ۱۹۹۷ء کو رانا زاہد محمود ایڈیشنل سیشن جج شیخوپورہ نے فیصلہ صادر کیا کہ ہر سہ ملزمان کو ۲۵،۲۵ سال قید بامشقت اور ۵۰،۵۰ ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے اور عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں مزید دو سال سزا بھگتنی ہوگی۔

سزا سنانے کے فوراً بعد تینوں احمدی مسلمانوں کو گرفتار کر کے ہتھکڑیاں لگا دی گئیں اور جیل پہنچا دیا گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ رانا زاہد محمود نے کمرہ عدالت میں آتے ہی نائب کورٹ عدالت کے ذریعہ قریشی اسماعیل کی کتب جو ہمارے خلاف مقدمات پر مبنی ہیں منگوائیں اور فیصلہ لکھوانا شروع کر دیا۔

☆...... مغربی ممالک میں احمدیوں کی اسائلم درخواستوں پر اکثر حکومتیں اعتراض کر کے جواب دیتی ہیں کہ احمدیوں کو پاکستان میں عدالت کی طرف رخ کرنا چاہئے۔ عدالتیں آزاد ہیں اور منصفانہ فیصلے دیتی ہیں۔ ان کے اعتراض کے جواب میں صرف یہی ایک کیس کافی ہے جہاں عدالت نے مخالفین سے ملی بھگت کر کے جب یہ دیکھا کہ دفعہ 298/A، جس کے تحت مقدمہ شروع ہوا تھا اور جس کے تحت سزا صرف تین سال قید مقرر ہے ملزمان کے خلاف کوئی کیس ثابت نہیں کر سکی تو مدعی کی درخواست پر مقدمہ شروع ہونے کے چھ سال بعد اسے دفعہ 295/C میں تبدیل کر دیا اور پھر اس کے تحت بھی جب ایڈیشنل سیشن جج نے فیصلہ میں لکھا کہ مقدمہ پر 295/C کا اطلاق نہیں ہوتا تو مذکورہ جج کو بدل کر دوسرے سیشن جج کے پاس مقدمہ برائے سماعت بھجوایا گیا۔ پھر یہی نہیں ہائی کورٹ نیز سپریم کورٹ نے بھی احمدیوں کو ان کے جائز حقوق کے تحت کوئی ریلیف نہیں دیا۔

☆......یہ بھی یاد رہے کہ جس وقت مقدمہ شروع ہوا تھا دفعہ 295/C کے تحت سزا عمر قید یا سزائے موت مقرر تھی مگر ۱۹۹۱ء میں اس جرم کی سزا صرف سزائے موت مقرر ہو چکی تھی۔ اس طرح اگر یہ مقدمہ ۱۹۹۱ء کے بعد درج ہوتا تو جج صاحب بے گناہ احمدیوں کو سزائے موت کا حکم سنا دیتے۔ زاہد محمود سیشن جج نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ اگرچہ احمدیوں کے جرم کی سزا صرف موت ہے مگر میں انہیں عمر قید کی سزا دیتا ہوں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱/دسمبر ۱۹۹۸ء میں اس مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مربی عبدالقدیر صاحب اس وقت ۲۵/سال عمر قید کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ جج نے بار بار واضح کیا تھا کہ میرے نزدیک تم بالکل معصوم ہو مگر اس کے بعد فیصلہ دیا اور اسے قید میں ڈال دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس نے ہمیشہ کے لئے اپنی بربادی پر دستخط کئے ہیں یا تو ایسا شخص قائل ہی نہیں کہ خدا حساب لے گا مگر خدا کو قائل کرنا آتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جو جیلوں میں ہیں ان کی سب سے بڑی تکلیف یہ ہے کہ ہم خدمت سے محروم ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ جس طرح انہوں نے احمدیوں کی زندگیاں برباد کی ہیں ان کی زندگیاں لازماً برباد کی جائیں گی۔ اب یہ وہ فیصلہ دے بیٹھے ہیں جس کو واپس لینا ان کے بس میں ہی نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے ساری جماعت کو ہدایت فرمائی کہ رمضان المبارک میں اپنی راتوں کو ایسے اسیران راہ مولیٰ کے لئے گریہ وزاری کے ساتھ واویلے میں تبدیل کر دیں۔ ایک ایسا شور آپ کے دلوں سے اٹھے کہ ناممکن ہو کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر حرکت میں نہ آئے۔

بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا صاحبہ کا نہائت قیمتی پیغام

احمدی بچوں کے نام

پیارے بچو!

ذرا سنو! تم سے بس دو باتیں کہنا ہیں ۔ زیادہ وقت نہیں لوں گی ۔ تم چھوٹے ہو بے شک ۔ مگر دعا کرنا صرف بڑوں کا حق نہیں ۔ اس نعمت سے سبھی فائدہ اٹھانے کے حقدار ہیں۔ تو تم کیوں نہ اٹھاؤ ؟ ابھی سے دعاؤں کی عادت ڈالو ۔ اپنے اللہ میاں سے اپنے لئے دین و دنیا کی ہر خیر و نعمت مانگو ۔ نیک قسمت مانگو اور دعا کیا کرو کہ مولا ہمیں ہر دھوکے اور فتنہ سے بچانا ۔ ہمیں شیطان کے پھندے میں نہ پھنسنے دینا ۔ ہم صادق رہیں ۔ نیک رہیں ۔ ہمیشہ صادقوں کے ساتھ رہیں۔ خلافت سے وابستہ رہیں۔ زندگی کی ہر راہ پر تو ہی ہمارا دستگیر بن جائے۔ اور رہنمائی فرمائے ۔

جب میں چھوٹی سی لڑکی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی بار فرمایا کہ میرے ایک کام کے لئے دعا کرو یا دعا کرنا ۔ ذرا غور کرو! کہاں وہ ہستی برگزیدہ عالی شان اور کہاں میں ۔ مگر آپ مجھے دعا کو کہتے ہیں ! یہ اس لئے ہوتا تھا کہ بچوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ ہم نے بھی دعائیں کرنی ہیں اور تا دعاؤں کی عادت پڑے اور بچے جان لیں کہ اللہ کا در رحمت کھلا ہے ۔ مانگو گے تو پاؤ گے۔ یہ آپ کی تربیت تھی دعا کے متعلق۔

اسی طرح حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ (اللہ تعالےٰ کی ہزاروں رحمتیں آپ کی روح اقدس پر ہوں) بڑے پیار سے فرماتے کہ :-

" میرے لئے دعا کرتی ہو؟" " میرے لئے بھی دعا ضرور کیا کرو!"

غرض یہ سب باتیں اسی لئے تھیں کہ دعا کی اہمیت دل میں جاگزیں ہو جائے ۔ نیز خاص تاکید سے حضرت خلیفہ اول بار بار مجھے فرماتے کہ:-

" دیکھو اللہ تعالےٰ کے سامنے کوئی شرم نہیں ۔ تم چھوٹی ضرور ہو مگر
خدا سے دعا کرتی رہا کرو کہ اللہ تعالےٰ مبارک اور نیک جوڑا دے ۔"

یہ بات میرے ساتھ پڑھنے والی دوسری لڑکیوں سے بھی اکثر کہی کہ :-

Certification by the President

This is to certify that ______________________________ s/o, d/o ______________________

Is a born Ahmadi / converted to Ahmadiyyat since: ______________________________________

Any Jamaat / Auxiliary office Held: ____

He/She is very regular / shomewhat regular/ Irregular in attending Juma and meetings of the Jamat.

He/She is the category A/B/C/D in paying the Chanda subscriptions.

President's Name: ______________________

President's Signatures: ______________________

Date: ______________________

Length of Course: ______________________

Tuition Cost: ______________________

Books Costs: ______________________

Room & Board (If Institution is in a town other than hometown, giving full details): ______________________

____

Other Costs (Please List by Item): ______________________

____

Total Annual Costs: ______________________

Financial Information. *Please provide the following information regarding your ability to finance your educational expenses:*

Annual Household and Personal income (including parents/guardians/etc.) ______________________

____

Other Financing Sources (resulting from family contribution and from efforts to seek Federal/State Grants/Loan): ______________________

____

How much money will you be able to earn during the course of your education: ______________________

____

How much of your educational expenses will be financed by your own work: ______________________

____

Total Shortfall in Educational Expenses: ______________________

Additional Information.

Describe your objective for pursuing this degree: ______________________

____

____

Signature of Applicant: ______________________ Date: ______________________

APPLICATION FOR SCHOLORSHIP

AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, USA

Please fill out the attached application to the best of your abilities. Applicants are invited to . attach any additional information that may be relevant to consideration of their application Deadline to receive the application at NHQ is Feb 28th 99.

Applicant Information:- *Please provide the following personal information.*

Name of Applicant:____

Name Of Father/Spouse/Guardian (Please circle one): ________________________

Address:____

Phone Number:____

Age:____

Jamaat:____

Jamaat Membership Code: __________

Educational History. *Please provide the following information on your educational background:*

Last Educational Level Completed: ________________________

Educational Institution: _____________________________

Date of Completion: ______________________________

Please attach official transcripts for the last four years of your education.

Proposed Course of Education. *Please provide the following information.*

Degree/Educational Program to be Pursued: ____________________________

____

Educational Institution to be Attended: ______________________________

____

SCHOLARSHIP FUND

The current budget of the Ahmadiyya Muslim Community USA includes a modest amount of $10,000 for scholarships to deserving youth of the Community for College education.

Interested Ahmadi students are requested to submit the attached application to National Headquarters by February 28, 1999.

Munawer A. Sated, National Secretary Taleem

FUND FOR DEVELOPMENT OF AFRICAN AMERICAN YOUTH

African American youth may use the same application form for loans/grants from the Fund for the development of African American youth. Such applications should be addressed to Dr. Zaheer Bajwa, Secretary of the Board.

ابھی سے چپکے چپکے دعائیں کرتی رہا کرو کہ اللہ تم کو نیک جوڑے بخشے
بالکل نہ شرمانا۔ اپنے خدا سے ہرگز نہیں شرماتے۔ اسی سے تو سب
کچھ مانگنا ہے۔ پس لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی یہ دعا ضرور کیا کریں۔

مگر یہ دعائیں اس لئے ہیں کہ بچے اپنی آئندہ زندگی کے لئے خزانے جمع کریں۔ کہیں نیک جوڑا مانگتے مانگتے ابھی سے خیالی پلاؤ پکانے نہ شروع کر دینا! ابھی ہرگز تمہاری شادی وادی نہیں ہو سکتی۔ ابھی تم نے قابل بننا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ

دوسری ایک بات یہ کہ شیطان کوئی جن بھوت تو نہیں کہ خاص طور پر تم کو ڈرانے آئے گا۔ اور تم بھاگو گے سر پٹ۔ وہ تو ہر وقت آس پاس لگا لپٹا پڑا پھرتا ہے اور تم کو پتہ بھی نہیں لگ سکتا۔ اگر تم سمجھ سے کام نہ لو تو۔ وہ بچہ بھی بن سکتا ہے۔ بہت لڑکے لڑکیاں شیطان ہوتے ہیں۔ تم دوست سمجھو گے۔ سہیلیاں جانو گے اور وہ پیار پیار میں زہر کا ٹیکا تمہاری رگوں میں گھونپ دے گا۔ بری صحبت سے بچو۔ برے دوستوں کو چھوڑ دو اس کی پہچان کا ایک موٹا گر فی الحال یاد رکھو کہ جس بات کو تم اپنے والدین یا بزرگوں کے سامنے نہ کر سکو وہ گناہ ہے وہ زہر ہے۔ جس بات کو تم ان کو بتاتے رکو یا شرماؤ وہ ٹھیک نہیں ہے جب کوئی تم کو (شیطان لڑکا لڑکی بلکہ بڑی عمر کا معقول آدمی بن کر بھی آ سکتا ہے) ایسی بات سکھائے یا بتلائے جو وہ تمہارے بزرگوں کے سامنے نہیں کہہ سکتا تو اس سے دور بھاگو۔ اور ہر بات بری بھلی جو سنو ضرور اس کا ذکر اپنے ماں باپ سے کر دو۔ مگر ہر ایک سے نہیں کرتے پھرنا! اس سے یہ ہو گا۔ کہ شیطان کے رعب سے نکل آؤ گے اور تمہارے دل کو تقویت ہو گی اور تم چونکہ بچے ہو۔ شیطانی لوگ بری بات بتا کر مفت کا دباؤ اور ڈر جو بٹھانا چاہتے ہیں وہ تمہارے دل سے نکل جائے گا۔ اور تمہارے والدین عقلمندی اور خاموشی سے خود نگران بھی رہیں گے۔ تم کو بڑا سہارا ہو جائے گا۔

خود بھی دوسروں کے لئے نیک نمونہ بنو۔ گندی گالیاں بازاری لوگوں سے بعض بچے سیکھ لیتے ہیں۔ اور اس زبان سے گندے دل میں گند پیدا ہو کر برائی پھیلتی ہے۔ کبھی ایسی بات لبوں تک نہ آنے دو۔ اچھے بچے بنو اور ہم جولیوں کو اچھے بننے میں مدد دو۔

اچھا خدا حافظ و ناصر۔

مبارکہ
تشحیذ الاذہان 62ء

حضرت مصلح موعودؓ کی آخری تحریک

وقف جدید

○ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

وقف جدید حضرت مصلح موعود کی تحریکات میں سے آخری تحریک ہے لیکن چونکہ الٰہی منشا کے مطابق جاری ہوئی تھی۔ اس لئے اس سے متعلق آپ کو بہت ہی مبشر رؤیا بھی دکھائی گئیں۔ اور جو ولولہ آپ کے دل میں پیدا کیا گیا اس کا یہ حال تھا کہ آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ میرے دل میں اتنا جوش ہے۔ اس تحریک کے لئے کہ اگر جماعت میرا ساتھ نہ دے جو ویسے ناممکن بات تھی مگر احتمالاً ایک ذکر کے طور پر فرضی ذکر کے طور پر بعض دفعہ انسان یہ دلیل قائم کرتا ہے تو اپنے قلبی جوش کے اظہار کے لئے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا جماعت ساتھ نہ دے تو مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں اور اپنے کپڑے بیچنے پڑیں تب بھی میں ضرور اس تحریک کو جاری کر کے چلاؤں گا اور یہ بیماری کے ایام کا آپ کا عزم ہے جبکہ بیماری کے ایام میں ارادے کمزور پڑ جایا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وقف جدید کو خدا تعالیٰ نے جو بعد میں برکتیں عطا فرمائیں وہ اس بات کا مظہر ہیں کہ حضرت مصلح موعود کے دل میں یہ تحریک الٰہی تحریک ہی تھی۔ اور جو ولولہ اللہ نے ڈالا تھا۔ وہ الٰہی ولولہ ہی تھا۔ جو ساری جماعت کے دلوں میں منتقل ہونا شروع ہوا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6۔ جنوری 95ء)

ناظم مال وقف جدید

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اُردو کلاس کی باتیں

پیشگوئی مصلح موعود

کلاس نمبر 281
ریکارڈ شدہ 30۔ مئی 97ء

پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو مصلح موعود کہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود نے پیشگوئی کی تھی کہ ایک ایسا بیٹا پیدا ہو گا۔

جو اصلاح کرنے والا ہو گا بہت بڑی اصلاحیں کرے گا۔ میرے ابا جو دوسرے خلیفہ تھے انہوں نے کیا اصلاحیں کیں؟

اطفال الاحمدیہ' خدام الاحمدیہ' لجنہ اماء اللہ اور انصار اللہ ناصرات اور پھر انجمنیں تحریک جدید' وقف جدید۔ سب چیزوں میں یوں باندھ دیا جماعت کو کہ بھاگ کے کوئی جا نہیں سکتا تربیت اگر ماں باپ نہ کریں تو پھر اطفال سنبھال لیتے ہیں ناصرات والے سنبھال لیتے ہیں اور خدام پھر انصار۔ اس طرح خدا تعالیٰ کا جو وعدہ تھا وہ اس طرح پورا ہو گیا۔ حضرت مصلح موعود کو ایسی اصلاحوں کی توفیق ملی ہے جو اب قیامت تک جماعت کا حصہ بن گئی ہیں کبھی الگ نہیں ہو سکتیں۔ آئندہ سارا زمانہ گواہ رہے گا کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔